مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل:

اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

(مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

کائنات رمضان

رجسٹریشن نمبر 195-NUML-S23-22

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

ستمبر، 2025

مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل:

اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

(مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

کائنات رمضان

ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: NUML-S23-22195

نگران مقالہ

ڈاکٹر سیدہ میمونہ خوش بخت

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت نمل اسلام آباد

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ستمبر، 2025ء

©کائنات رمضان

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل، اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ**

A Critical Study of the Social Status and Contemporary Issues of intersex Persons in the Light of Islamic Teachings and Pakistani Law

نام ڈگری: **ایم فل علوم اسلامیہ**

نام مقالہ نگار: **کائنات رمضان**

رجسٹریشن نمبر: NUML-S23-22195

ڈاکٹر سیدہ میمونہ خوش بخت ________________

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر محمد ریاض سعید ________________

(صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت) دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد ________________

(ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ________________۔

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration form)

میں کائنات رمضان ولد محمد رمضان

رجسٹریشن نمبر:NUML-S23-22195

طالب علم، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل، اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ**

A Critical Study of the Social Status and Contemporary Issues of intersex Persons in the Light of Islamic Teachings and Pakistani Law

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تحمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور ڈاکٹر سیدہ میمونہ خوش بخت کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو جانتی ہوں کہ ایچ ای سی (HEC) اور نمل (NUML) علمی سرقہ (Plagiarism) کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار کائنات رمضان

دستخط مقالہ نگار ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، نمل، اسلام آباد

Abstract

The social status and rights of intersex individuals remain an unsettled issue worldwide, and in Pakistan this matter is still evolving. This study critically examines the intersection of social attitudes, Islamic teachings, and Pakistani law in shaping the recognition and treatment of intersex persons. Using a qualitative research method, it explores how Islamic jurisprudence and contemporary practices influence societal perceptions, inclusion, and citizenship rights of intersex individuals. The research highlights challenges arising from the interaction of cultural attitudes, religious beliefs, and human rights discourses, and analyzes how intersex persons are perceived and integrated within Muslim communities in Pakistan. By drawing on Islamic principles of justice, equality, and dignity, the study provides insights into the current status of intersex individuals, identifies gaps in social and legal protections, and suggests pathways for ensuring their rights and inclusion within an Islamic framework.

Keywords: Intersex, Social Status, Human Rights, Pakistan

ملخص

دنیا بھر میں مخنث (Intersex) افراد کی سماجی حیثیت اور حقوق اب تک ایک غیر طے شدہ مسئلہ ہیں اور پاکستان کے سیاق وسباق میں بھی یہ معاملہ ابھی ارتقائی مراحل میں ہے۔ اس تحقیق میں مخنث افراد کے سماجی مقام کے حوالے سے عوامی رویوں، اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے باہمی تعلق کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ معیاری (Qualitative) طریقۂ تحقیق کے تحت یہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اسلامی فقہ اور معاصر معاشرتی رویے مخنث افراد کی شناخت، شمولیت اور شہری حیثیت پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ تحقیق میں ثقافتی رویوں، مذہبی تصورات اور انسانی حقوق کے مابین پیدا ہونے والے چیلنجز کو اجاگر کیا گیا ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ پاکستانی مسلم معاشروں میں مخنث افراد کو کس طرح قبول، تسلیم اور برتا جاتا ہے۔ اسلامی اصولِ عدل، مساوات اور انسانی وقار کی روشنی میں یہ مطالعہ مخنث افراد کی موجودہ سماجی اور قانونی حیثیت کو واضح کرتا ہے اور ان کے حقوق کے تحفظ اور شمولیت کے لیے ممکنہ راہیں تجویز کرتا ہے۔

کلیدی الفاظ: مخنث، سماجی حیثیت، انسانی حقوق

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	I
2	خلف نامہ(Declaration)	II
3	ملخص(Abstract)	III
4	فہرست عنوانات(Table of Contents)	IV
5	اظہار تشکر(ACKNOWLEDGEMENTS)	V
6	انتساب(DEDICATION)	VI
7	مقدمہ	1
8	**باب اول: مخنثین کا تعارف اور تاریخی پس منظر**	12
9	فصل اول: تاریخی پس منظر	14
10	فصل دوم: مخنثین اور ان سے متعلق متنوع اصطلاحات	24
11	**باب دوم: اسلامی تناظر میں مخنثین کا سماجی کردار / حقوق**	47
12	فصل اول: عہد رسالت میں مخنثین کی سماجی حیثیت	48
13	فصل دوم: مخنثین کے سماجی حقوق و فرائض اور سماجی استحصال	54
14	**باب سوم: پاکستان میں مخنثین کی قانونی حیثیت اور عصری جائزہ (انٹرویوز)**	77
15	فصل اول: پاکستان ایکٹس اور مخنثین	71
16	فصل دوم: مخنثین کو درپیش سماجی مسائل(interview analysis)	86
17	**باب چہارم: اسلام اور پاکستانی قانون کے تناظر میں حل اور تجاویز**	98
18	فصل اول: پاکستانی قانون میں مخنثین کے لیے ریاستی ادارے اور تعمیر کردار	99

110	فصل دوم: مختشین سے متعلق پاکستانی قانون اور اسلامی تعلیمات / تجزیہ	19
118	نتایج	20
119	سفارشات	21
123	فہارس	22
126	فہرست آیت قرآنی	23
127	فہرست احادیث	24
128	فہرست مصادر و مراجع	26
131	websites	27

اظہار تشکر(ACKNOWLEDGEMENTS)

سب تعریفیں اس ربِ کائنات کے لیے جس نے مجھے علم کی روشنی عطا فرمائی اور مجھے اس تحقیقی سفر کو مکمل کرنے کی توفیق بخشی۔ میں اپنے ایم فل کے اس تحقیقی مقالے کی تکمیل پر شعبۂ علوم اسلامیہ، نمل یونیورسٹی کے ان تمام اساتذہ، رہنماؤں اور معاونین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میرے لیے تحقیق کے میدان کو آسان اور ہموار بنایا۔ میں ڈاکٹر ریاض احمد، سربراہ شعبۂ علوم اسلامیہ، کی علمی سرپرستی اور مسلسل حوصلہ افزائی پر ان کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے تحقیقی ماحول فراہم کیا اور طلبہ کی رہنمائی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ اسی طرح میں ڈاکٹر عبد الرؤف، کوآرڈینیٹر شعبہ، کی شکر گزار ہوں جنہوں نے انتظامی اور تدریسی سطح پر میرے لیے سہولت پیدا کی اور ہر مرحلے پر معاونت فراہم کی۔ سب سے بڑھ کر، میں ڈاکٹر سیدہ میمونہ خوش بخت میری نگرانِ تحقیق(Supervisor) کی بے پناہ رہنمائی، علمی بصیرت صبر، اور مسلسل راہنمائی پر ان کی بے حد مشکور ہوں۔ ان کی مفید تجاویز اور تنقیدی بصیرت نے میرے کام کو نکھارنے اور سنوارنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام محترم اساتذہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں علم و تحقیق کے میدان میں مزید کامیابیاں عطا کرے۔ آمین۔

انتساب(DEDICATION)

میں اپنی اس کاوش کا انتساب والدین کے نام کرتی ہوں جن کی دعائوں نے میری زندگی بدل دی

اور اپنے ان اساتذہ کے نام کرتی ہوں جنھوں نے میری فکر کو مضبوط کیا۔

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف(Introduction to the Topic)

خواجہ سرا افراد، جنہیں اسلامی اصطلاح میں "مخنث" کہا جاتا ہے، مخنثِ خلقتاً (طبعی) وہ شخص جو پیدائشی طور پر جنسی ابہام (Ambiguity) کا شکار ہو اور اس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں ان کی شناخت، مقام اور حقوق کا معاملہ صرف سماجی یا ثقافتی نوعیت کا نہیں بلکہ اس کا تعلق مذہب، قانون اور انسانی وقار سے بھی ہے۔ اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو مخنث افراد کو بعض ادوار میں معاشرے کا حصہ تسلیم کیا گیا، جبکہ بعض اوقات ان کے وجود کو نظر انداز بھی کیا گیا۔ اگرچہ قرآن و سنت میں ان افراد کے بارے میں تفصیلی احکام کم ملتے ہیں، تاہم "مخنث" کے عنوان سے بعض روایات ضرور موجود ہیں جو ان کی پہچان اور سماجی حیثیت کی وضاحت کرتی ہیں۔ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر انسان چاہے وہ کسی بھی صنف سے تعلق رکھتا ہو، اسے عزت، احترام اور مساوی حقوق حاصل ہیں۔ کسی کو اس کی جسمانی ساخت یا صنفی رجحان کی بنیاد پر کمتر سمجھنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی ایسے افراد کا ذکر آتا ہے، جنہیں بعض اوقات خواتین کے پاس گھریلو کاموں کے لیے بھیجا جاتا تھا، بشرطیکہ ان میں عورتوں کی طرف جنسی میلان نہ ہو۔ پاکستان جیسے اسلامی جمہوری ملک میں جہاں آئین اسلامی اصولوں پر مبنی ہے، وہاں مخنثین (خواجہ سرا افراد) کی حیثیت ایک عرصے تک غیر واضح رہی۔ تاہم، 2009 سے لے کر 2018 تک کے عرصے میں عدالتی فیصلوں اور قانون سازی کے ذریعے مخنثین (خواجہ سرا افراد) کو شناختی کارڈ، وراثت، روزگار اور دیگر بنیادی حقوق دینے کی قانونی کوششیں کی گئیں۔ "ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظِ حقوق) ایکٹ 2018" پاکستان میں ایک اہم پیش رفت تھی، جس کے ذریعے مخنثین (خواجہ سرا افراد) کو قانونی طور پر ان کی شناخت تسلیم کی گئی اور ان کے حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاہم، عملی میدان میں ان کی زندگیوں میں خاطر خواہ بہتری نہیں آسکی۔ آج بھی یہ طبقہ معاشی بدحالی، تعلیم کی کمی، صحت کی ناکافی سہولیات اور سماجی امتیاز جیسے بڑے مسائل کا شکار ہے۔ اکثر لوگ نہ انہیں مردوں میں شمار کرتے ہیں نہ خواتین میں، جس کی وجہ سے یہ افراد اپنی صنفی پہچان کے بحران میں مبتلا رہتے ہیں اور روزمرہ زندگی کے بہت سے شعبوں میں ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

سماجی رویوں کی تشکیل میں مذہبی تعلیمات، ثقافتی تصورات، میڈیا اور تعلیمی ادارے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے، ہمارے معاشرے میں مخنثین (خواجہ سرا افراد) کو عموماً ہنسی کا موضوع یا توہین کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، پاکستان کے سپریم کورٹ نے مخنثین کے افراد کے حقوق کی تصدیق کرنے والے کئی اہم فیصلے کیے ہیں۔ مخنثین (خواجہ سرا افراد) اس چیز کے حقدار ہیں کہ انہیں جائز انسانی بنیادی حقوق مثلاً تعلیم صحت روزگار حق وراثت حاصل ہو پاکستانی معاشرے میں درپیش مسائل کا ممکنہ حل پیش کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوانین میں مخنثین کی شہریت اور سماجی حیثیت کا تعین ہو چنانچہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مخنثین افراد کے سماجی حیثیت اور عصری مسائل کو زیر بحث لا کر ان کے حقوق کا تعین کرنا ایک لازمی امر ہے تا کہ قران و سنت کی روشنی میں بیان کردہ حقوق کو متعین کرتے ہوئے ان کے مقام کو واضح کیا جائے اور درپیش مسائل کی نشاندہی کر کے ان کے حل کی تجاویز پیش کی جائے۔

ضرورت و اہمیت/ Significance of the Study

مخنثین (خواجہ سرا افراد) کی سماجی حیثیت اور ان کو درپیش عصری مسائل کا مطالعہ عصرِ حاضر میں ایک نہایت اہم اور ناگزیر علمی ضرورت بن چکا ہے۔ اکیڈمک سطح پر یہ مطالعہ اردو زبان میں مخنث / خواجہ سرا افراد کی سماجی حیثیت اور ان کے حقوق پر موجود علمی کمی کو پورا کرتا ہے اور اسلامی و قانونی مباحث میں ایک نئی جہت فراہم کرتا ہے۔ سماجی و ثقافتی سطح پر یہ تحقیق اس امر کو واضح کرتی ہے کہ پاکستانی معاشرے میں مخنث افراد کو کس طرح دیکھا اور برتا جاتا ہے، اور کس طرح انہیں سماجی اخراج، امتیازی سلوک اور شناخت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قانونی و پالیسی سطح پر یہ مطالعہ "ٹرانسجینڈر پرسنز (تحفظِ حقوق) ایکٹ 2018" جیسے حالیہ قوانین کے نفاذ اور ان میں موجود رکاوٹوں کا تجزیہ کرتا ہے اور ایسی سفارشات فراہم کرتا ہے جو پالیسی سازوں، قانون دانوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے لیے زیادہ مؤثر اور جامع حکمتِ عملی بنانے میں معاون ہو سکتی ہیں۔ دینی و اخلاقی سطح پر یہ تحقیق اسلامی فقہ اور تعلیمات کی روشنی میں مخنث افراد کے مقام اور حقوق کو اجاگر کرتی ہے اور اس بات کو واضح کرتی ہے کہ کس طرح کلاسیکی دینی مباحث کو عصرِ حاضر کے تناظر میں ڈھال کر ان کی عزت و وقار کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ مزید بر آں، یہ تحقیق اساتذہ، سماجی کارکنوں، اور سول سوسائٹی کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے تا کہ وہ زیادہ بامعنی اقدامات اور حکمتِ عملی اختیار کر کے مخنث افراد کے لیے مساوات، سماجی شمولیت اور بنیادی انسانی حقوق کو یقینی بنا سکیں۔

موضوع سے متعلق تحقیقی کام کا جائزہ

1۔ مخنثین کی تاریخ

مقالاجات

- **مخنثین کی شناخت سماجی تعمیر اور دیکھ بھال کے طریقے، transgender identities intimate relationship and practice of care**, Hins **saly2004**

اس تحقیقی مقالہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مخنثین یا ٹرانسجینڈر کی شناخت کوئی جامد یا فطری حقیقت نہیں بلکہ ایک سماجی تعمیر (Social Construction) ہے جسے معاشرتی رویے، تعلقات اور دیکھ بھال (Care Practices) کے طریقے طے کرتے ہیں۔ اس تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مغربی معاشروں میں مخنثین کو بعض اوقات LGBT کمیونٹی کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے، مگر حقیقت میں ان کے مسائل اور حالات مختلف ہیں کیونکہ ٹرانسجینڈر کا تعلق زیادہ تر صنفی شناخت اور سماجی کردار سے ہے جبکہ LGBT بحث زیادہ تر جنسی رجحان (Sexual Orientation) کے گرد گھومتی ہے۔ یہ فرق میرے موضوع کے لیے نہایت اہم ہے کیونکہ پاکستانی معاشرے میں عموماً مخنثین کو غلط طور پر "LGBT" کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے جس سے ان کی اصل سماجی اور قانونی حیثیت مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ تاہم، Hins Saly کا مطالعہ زیادہ تر مغربی سماجی تناظر تک محدود ہے اور اس میں نہ اسلامی تعلیمات کا ذکر ہے اور نہ ہی پاکستانی قوانین کا۔ میرے تحقیقی کام کی انفرادیت یہ ہے کہ میں مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل کو نہ صرف سماجی تعمیر کے تناظر میں دیکھوں گی بلکہ اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانونی ڈھانچے کے تحت اس مسئلے کا تجزیہ بھی کروں گی، تاکہ مقامی اور مذہبی تناظر میں ان کی اصل شناخت اور مسائل کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

Khwaja Sira, culture, identity politics and transgender activism in Pakistan Khan, Faris Ahmed, (2014)

اس تحقیقی مقالہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ خواجہ سراؤں کی شناخت کو بالخصوص ڈاکٹری نقطہ نظر سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی اس میں ان کی تہذیب و تمدن، روزمرہ زندگی اور رہن سہن کے ساتھ ساتھ پاکستان میں ان کے سیاسی کردار اور سرگرمیوں کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ مقالہ زیادہ تر خواجہ سرا کمیونٹی کے ثقافتی پہلو اور ان کی سیاسی جدوجہد کو اجاگر کرتا ہے۔ تاہم، میرے تحقیقی کام کی خصوصیت یہ ہے کہ میں خواجہ سراؤں کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل کو صرف ثقافتی یا سیاسی زاویے سے نہیں دیکھوں گی بلکہ اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانونی نظام کے تناظر میں ان کے خاندانی رشتوں، وراثت کے حقوق اور سماجی مقام کا تجزیہ کروں

گی۔یوں میرا مطالعہ اس مقالے سے مختلف ہے کیونکہ میں محض ڈاکٹری یا ثقافتی پہلو پر اکتفا کرنے کے بجائے اسلامی، قانونی اور سماجی سطح پر ایک ہمہ گیر تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کروں گی۔

کتب

تیسری جنس (مصنف: اختر حسین بلوچ، کراچی آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2016)

اس تحقیقی مقالہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مخنثین کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔اس کتاب میں خاص طور پر گرو کے کردار، مخنثین کے آپس کے تعلقات، ان کے خاندانی ڈھانچے کی تشکیل، روزمرہ زندگی کے مسائل اور شادی بیاہ کے تصورات کو بیان کیا گیا ہے۔یہ مطالعہ زیادہ تر سماجی و ثقافتی سطح پر خواجہ سرا کمیونٹی کی اندرونی زندگی اور تعلقات پر مرکوز ہے۔اس کے برعکس، میری تحقیق صرف ان کی سماجی زندگی یا ثقافتی تعلقات تک محدود نہیں ہے بلکہ میں مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل کو اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانونی نظام کے تناظر میں تجزیاتی طور پر دیکھوں گی۔اس طرح میرا کام اس کتاب سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ جہاں تیسری جنس زیادہ تر سماجی اور ثقافتی پہلوؤں پر توجہ دیتی ہے، وہاں میرا مطالعہ مذہبی، قانونی اور سماجی تینوں سطحوں کو یکجا کر کے ایک جامع تناظر فراہم کرے گا۔

آرٹیکلز

- **دورِ نبوی میں خواجہ سراؤں کی سماجی حیثیت (محمد طاہر اکبر)**

طاہر اکبر کا مضمون دورِ نبوی میں خواجہ سراؤں کی سماجی حیثیت بنیادی طور پر تاریخی و دینی پہلو پر مرکوز ہے جس میں احادیث اور تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں دورِ نبوی ﷺ میں خواجہ سراؤں کے کردار، ان کے معاشرتی مقام، اور ان کے ساتھ روا رکھے گئے اسلامی رویوں کو بیان کیا گیا ہے۔یہ تحقیق اس بات پر زور دیتی ہے کہ اسلام نے ابتدا ہی سے محروم طبقات کو مساوات، عزت اور انسانی وقار عطا کیا اور انہیں معاشرتی و دینی خدمات میں شریک کیا۔تاہم، میرا تحقیقی کام اس سے کافی مختلف ہے کیونکہ میں صرف تاریخی یا نبوی دور کے پہلو کو زیرِ بحث نہیں لاؤں گی بلکہ موجودہ دور کے سماجی، قانونی اور مذہبی تناظر میں خواجہ سراؤں / مخنثین کی حیثیت کا تجزیاتی مطالعہ کروں گی۔

2۔ مخنثین کے سماجی مسائل

مقالاجات

- **مخنثین کے حقوق شریعت اسلامیہ اور پاکستانی معاشرت کے تناظر میں تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، 2012**

زوبیہ کوثر (2012) کا پی ایچ ڈی مقالہ مخنثین کے حقوق شریعتِ اسلامیہ اور پاکستانی معاشرت کے تناظر میں تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ بنیادی طور پر فقہی پہلو پر مرکوز ہے۔ اس میں مخنثین سے متعلق تمام اہم فقہی مسائل کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور اسلامی شریعت کے اصولوں کی روشنی میں ان کے حقوق پر بحث کی گئی ہے۔ تاہم، میرا تحقیقی کام اس مقالے سے اس طرح مختلف اور متعلقہ ہے کہ میں صرف فقہی ابحاث تک محدود نہیں رہوں گی بلکہ پاکستانی معاشرت میں مخنثین کو جو قانونی، سماجی اور معاشی مسائل درپیش ہیں، ان کا بھی جائزہ لوں گی۔ میں یہ دیکھوں گی کہ پاکستانی معاشرے میں جن حقوق کا ذکر شریعت اور قانون میں کیا جاتا ہے، آیا وہ عملی طور پر مخنثین کو حاصل بھی ہیں یا نہیں۔

کتب

ٹرانس جینڈر قانون اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت، (ڈاکٹر محمد امین، 2022 ناشر مکتبہ البرہان لاہور)

آرٹیکلز

ڈاکٹر محمد امین (2022) کی کتاب ٹرانس جینڈر قانون اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت بنیادی طور پر ایک دستاویزی مجموعہ ہے جس میں مختلف دینی جرائد، اخبارات اور سوشل میڈیا پر شائع ہونے والے مضامین کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ٹرانس جینڈر پر ہونے والی بحث زیادہ تر "ٹرانس جینڈر پرسنز (پروٹیکشن آف رائٹس) ایکٹ 2018" کے تناظر میں کی گئی ہے، اور اس میں علماء کرام، قانونی ماہرین، صحافیوں اور طبی ماہرین کے مؤقف پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے مقابلے میں میرا تحقیقی کام اس سے اس طرح مختلف ہے کہ میں محض "ٹرانس جینڈر ایکٹ" یا جنس کی تبدیلی کے شرعی پہلو پر بحث نہیں کروں گی، بلکہ مخنثین / خواجہ سراؤں کی سماجی حیثیت، ان کی معاشرتی شناخت کی تعمیر، ان کے خاندانی و وراثتی مسائل، اور پاکستانی قانون میں ان کے مقام کا تفصیلی تجزیہ کروں گی۔

خنثیٰ خواجہ سروں کا تعارف اور ان کے شرعی احکام اور ان کے حقوق کے لئے تجاویز (حافظ صلاح الدین حقانی)

یہ ارٹیکلز خنثیٰ (خواجہ سرا) افراد کی تعریف، اقسام اور ان کی شرعی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ مصنفین نے "خنثیٰ واضح" اور "خنثیٰ مشکل" کی فقہی تقسیم بیان کی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے حقوق، جیسے وراثت، نکاح اور سماجی مقام پر بحث کی گئی ہے۔ معاشرے میں ان کے ساتھ حسن سلوک، عزت اور مساوات پر زور دیا گیا ہے۔ آخر میں تعلیم، صحت، اور قانونی شناخت جیسے مسائل کے حل کے لیے عملی تجاویز دی گئی ہیں۔

3۔ مخنثین کے عصری مسائل اور اسلامی تعلیمات

کتب

الفقه على المذاهب الأربعة (مصنف: عبد الرحمن الجزيري، بيروت: دار الكتب العلمية، 2003ء)

یہ کتاب فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مذاہب کے تقابلی مطالعے پر مبنی ہے۔ اس میں مخنث افراد سے متعلق تفصیلی فروعی احکام مثلاً وراثت، گواہی، اور نکاح جیسے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

الیاس گھمن ٹرانس جینڈر ہم جنس پرستی اور اسلامی تعلیمات (سرگودھا: خانقاہ حنفیہ مرکز اہل السنہ 2022)

مولانا محمد الیاس گھمن کی کتاب "ٹرانس جینڈر / ہم جنس پرستی اور اسلامی تعلیمات" میں موجودہ دور کے دو اہم سماجی و اخلاقی مسائل یعنی ٹرانس جینڈر شناخت اور ہم جنس پرستی کو قرآن و سنت کی روشنی میں مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مصنف نے سب سے پہلے ان اصطلاحات کی وضاحت کی، جن میں "خنثیٰ" (مخنث) کی فقہی حیثیت اور اس سے متعلق شرعی احکام کو بیان کیا گیا۔ اس کے بعد ہم جنس پرستی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق حرام، غیر فطری اور مہلک گناہ قرار دیا گیا ہے۔ کتاب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمان معاشروں میں ان فتنے نماراویوں کی روک تھام ضروری ہے، تاکہ اسلامی تہذیب و اقدار محفوظ رہ سکیں۔ آخر میں اصلاحِ معاشرہ کے لیے دعوتی و تربیتی پروگرام، اسلامی شعور کی بیداری، اور خاندانی نظام کی مضبوطی جیسے اہم نکات پر زور دیا گیا ہے۔

آرٹیکلز

- **مخنثین کے حقوق کے تحفظ کا قانون ایک تجزیاتی مطالعہ ,ڈاکٹر محمد مشتاق احمد** (شمارہ 4، جلد 4 اکتوبر-دسمبر 2022)

اس ارٹیکل میں مخنثین شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا جو قانون پاس ہوا اس کے اوپر تفصیلا بحث کی گئی ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے جبکہ مقالہ ہذا سماجی تعمیر کے ساتھ ساتھ اسلامی و قانونی طور پر بھی توجہ فرمائے گا۔

- **صنف کا سماجی حیثیت اور فقہی احکام عبدالغفار لیکچرار اسلامک یونیورسٹی بہاولپور** (شمارہ 2، جنوری جون 2012)

عبد الغفار (2012) کا آرٹیکل زیادہ تر فقہی اور شرعی پہلو پر مرکوز ہے جس میں صنف کی حقیقت، فقہاء کے نزدیک اس کی علامات، جان بوجھ کر صنفی اظہار کرنے والے افراد کے احکام، اور وہ احادیث جن میں ایسے افراد کو جلاوطنی کا حکم دیا گیا، ان سب پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وراثت کے فقہی احکام بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے برعکس، میرا تحقیقی کام صرف فقہی پہلو تک محدود نہیں بلکہ مخنثین کی سماجی حیثیت کو عصری تناظر میں اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قوانین کے ساتھ جوڑ کر دیکھے گا۔ میں اس بات کا تجزیہ کروں گی کہ شریعت و قانون میں جو حقوق مخنثین کے لیے موجود ہیں آیا وہ پاکستانی معاشرت میں عملاً بھی مل رہے ہیں یا نہیں، اور کس طرح سماجی تعمیر (social construction) ان کی شناخت اور مقام کو متعین کرتی ہے۔

- **اسلام اور خواجہ سرا (مصنف: مولانا مفتی محمد رفیق حسنی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2014)**

مولانا مفتی محمد رفیق حسنی (2014) کی کتاب اسلام اور خواجہ سرا میں خواجہ سراؤں کی شرعی حیثیت، نکاح، وراثت اور فقہی احکام پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر مذہبی دلائل اور فقہی آراء پر مرکوز ہے۔ اس کے برعکس، میرا تحقیقی کام صرف شرعی احکام تک محدود نہیں بلکہ پاکستانی معاشرت اور قانونی نظام میں مخنثین کی عملی حیثیت اور حقوق کا بھی تجزیہ کرے گا۔ مزید یہ کہ میں "سماجی تعمیر" کے پہلو کو شامل کرتے ہوئے یہ دیکھوں گی کہ ان کی شناخت اور مقام کس طرح معاشرتی رویوں اور قوانین سے تشکیل پاتا ہے۔ اس طرح میرا مطالعہ فقہی و شرعی پہلو کو عصری اور قانونی تناظر کے ساتھ جوڑتا ہے۔

4۔ پاکستانی ایکٹ اور اس کے اثرات

آرٹیکلز

- **ٹرانس جینڈر بل کی قانونی اور شرعی حیثیت اور مسلم معاشرے پر اس کے اثرات کا ایک علمی اور تحقیقی جائزہ / ڈاکٹر محمد اسلام، پوسٹ ڈاکٹر ریسرچ فیلو IRI بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد**

اس تحقیق میں زیادہ زور بل کے ناجائز ہونے اور اس کے مسلم معاشروں پر نقصانات پر ہے۔ اس کے برعکس، میرا تحقیقی کام صرف بل کے جائز یا ناجائز ہونے تک محدود نہیں بلکہ مخنثین کی سماجی حیثیت، خاندانی اور وراثتی مسائل، اور پاکستانی قانون میں ان کے عملی حقوق پر بھی بحث کرے گا۔

- **ایل جی بی ٹی اور خواجہ سرا میں فرق (محمد طاہر اکبر، دسمبر 2022)**

محمد طاہر اکبر (2022) کا یہ آرٹیکل بنیادی طور پر خواجہ سرا اور LGBTQ میں فرق کو واضح کرتا ہے اور مخنثین ایکٹ پر تنقیدی بحث پیش کرتا ہے۔ اس میں زیادہ زور تعریف، قوانین، اور ہم جنس پرستی کے رجحانات پر ہے۔ اس کے برعکس، میرا تحقیقی کام صرف فرق یا تنقید تک محدود نہیں بلکہ مخنثین کی سماجی حیثیت، خاندانی و وراثتی حقوق اور پاکستانی قانون میں ان کے عملی مقام کا تجزیہ کرے گا۔ میں دیکھوں گی کہ اسلامی تعلیمات اور ملکی قوانین میں جو اصول متعین ہیں وہ معاشرت میں کیسے نافذ ہو رہے ہیں۔ یوں میرا مطالعہ زیادہ جامع اور تجزیاتی ہو گا۔

- **مخنثین ایکٹ 2018 کا ایرانی ائین کی روشنی میں تحقیقی جائزہ ,سیدہ شمائلہ رباب،** (جلد نمبر 3، جنوری جون 2023)

سیدہ شمائلہ رباب (2023) کے اس آرٹیکل میں مخنثین ایکٹ 2018 کو ایرانی آئین کی روشنی میں دیکھا گیا ہے اور زیادہ زور صنفی کی تعریف، تاریخی پس منظر، شرعی احکام اور جنس کی تبدیلی کے مسائل پر دیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں فقہی و نظری پہلو زیادہ نمایاں ہیں۔ اس کے برعکس، میرا تحقیقی کام پاکستانی معاشرت اور قانون میں مخنثین کی سماجی حیثیت اور عملی مسائل پر مرکوز ہے۔ میں دیکھوں گی کہ جو حقوق شریعت اور قانون میں بیان کیے گئے ہیں وہ مخنثین کو عملاً مل رہے ہیں یا نہیں۔

جواز تحقیق / Rationale of the Study

مخنثین (خواجہ سرا افراد) کے ساتھ معاشرے میں ہونے والے مسائل، حقوق ان کو دیے گئے ہیں کیا وہ حقوق ان کو مل رہے ہیں کہ نہیں کیا ان کو وہ عزت معاشرے میں مل رہی ہے کہ نہیں اس کے علاوہ مخنثین کو اگر ان کے خاندان والے قبول کر رہے ہیں تو کن وجوہات کی بنا پر ان کو قبول کرتے کیونکہ مخنثین ظاہری طور پر ہماری طرح انسان نظر اتے ہیں تو میں اس میں یہ کام کرنا چاہتی ہوں کہ جس طرح سے معاشرے میں عام شہریوں کے حقوق ہیں تو ان کے بھی انسانی طور پر حقوق ہونے چاہیے کہ ان کے حقوق کیا ہیں انسانیت کے طور پر ان کا کوئی حق تو ہو گا زندہ ہونے کا حق اچھی زندگی گزارنے کا حق۔ انسان ہونے کے باوجود ان کے ساتھ غیر انسانی رویہ کیوں رکھا جاتا ہے وہ اپنی نارمل زندگی کیوں نہیں گزار سکتے جب کہ وہ انسانوں کی طرح عام انسانوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں لیکن معاشرے میں جو حقوق ان کو ملنا چاہیے وہ انہیں کیوں نہیں ملتے اس لیے میں سروے انٹرویوز کی بدولت یہ جاننا چاہوں گی کہ کیا وہ سارے حقوق ان کو مل رہے ہیں جو معاشرے میں ان کو دیے گئے ہیں۔

مسئلہ تحقیق کی وضاحت /Statement of the Problem

مخنثین، جنہیں عام طور پر (خواجہ سرا) کہا جاتا ہے، معاشرے کا ایک ایسا طبقہ ہیں جنہیں کہیں پر شناخت اور مقام حاصل ہے، اور کہیں پر مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد مخنث افراد کی سماجی حیثیت اور شریعت میں ان کے مقام کا تجزیہ کرنا ہے۔

تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ جو مسائل یہ افراد بیان کرتے ہیں، وہ حقیقت میں کس حد تک درست ہیں۔ مزید یہ کہ حکومتی سطح پر کیے گئے اقدامات جیسے کہ ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظ حقوق) ایکٹ 2018ء، کیا واقعی ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہو رہے ہیں یا صرف کاغذی کارروائی تک محدود ہیں۔

مقاصد تحقیق /objective of the study

1. مخنثین کی سماجی حیثیت کے تاریخی و معاشرتی پس منظر کو واضح کرنا۔
2. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مخنثین کے مقام اور سماجی کردار کا جائزہ لینا۔
3. پاکستانی قوانین میں مخنثین کے حقوق اور قانونی تحفظات کو اجاگر کرنا۔
4. مخنثین کو درپیش عصری سماجی مسائل کا تجزیہ اور ان کے ممکنہ حل پیش کرنا۔

سوالات تحقیق /Research Questions

1. مخنثین کی سماجی حیثیت اور ان کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟
2. اسلامی تعلیمات مخنثین کے مقام اور کردار کے بارے میں کیا رہنمائی فراہم کرتی ہیں؟
3. پاکستانی قوانین مخنثین کے حقوق اور قانونی حیثیت کو کس طرح متعین کرتے ہیں؟
4. پاکستانی معاشرے میں مخنثین کن عصری سماجی مسائل کا سامنا کر رہے ہیں اور ان کا حل کیا ہو سکتا ہے؟

منہج تحقیق /Research Methodology

مخنث افراد کی سماجی حیثیت، درپیش مسائل کے حل کے لئے سب سے پہلے مصادر اصلیہ کی طرف رجوع کیا گیا ہے جیسے قرآن و حدیث۔اور بنیادی مصادر کے علاوہ ثانوی مصادر کی طرف بھی رجوع کیا گیا ہے۔اس مطالعے کو زیادہ مؤثر اور معتبر بنانے کے لیے تحقیقی طریقہ کار کے طور پر(Analytical methodology)کا انتخاب کیا گیا۔جو کہ open ended ہیں۔

اس تحقیق میں انٹرویو(Interviews)کا طریقہ اپنایا گیا تاکہ مخنث افراد کی ذاتی آراء، تجربات اور مسائل کو براہِ راست سمجھا جا سکے۔

ڈیٹا اکٹھا کرنے کا طریقہ(Data Collection)

اس تحقیق کے لیے بنیادی ڈیٹا(Primary Data) تحقیق کے تحت کل 20 مخنثین افراد سے انٹرویوز لیے گئے۔ان انٹرویوز سے قبل بنیادی معلومات اور پس منظر(background data)جمع کیا گیا تاکہ سوالات کو بہتر انداز میں ترتیب دیا جاسکے۔ان انٹرویوز میں نیم ساختہ (Semi-Structured) سوالنامہ استعمال کیا گیا تاکہ کھلے سوالات کے ذریعے زیادہ گہری معلومات حاصل ہو سکیں۔

نمونہ بندی(sampling)

اس تحقیق میں random Sampling تکنیک استعمال کی گئی، کیونکہ تحقیق کا مقصد خاص گروہ یعنی مخنثین کی سماجی حیثیت کو جانچنا تھا۔

شرکاء میں ایسے افراد شامل تھے جو مختلف پس منظر سے تعلق رکھتے تھے جیسے تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ مخنثین مختلف پیشوں (گانے بجانے، بھیک مانگنے، NGO میں کام کرنے والے، اور عام روزگار کرنے والے) سے وابستہ **افراد** مختلف عمروں کے مرد و خواتین مخنثین (یعنی نوجوان، درمیانی عمر اور بڑی عمر کے افراد)

تجزیہ (Data Analysis)

انٹرویوز سے حاصل شدہ ڈیٹا کو موضوعاتی تجزیہ (Thematic Analysis) کے تحت ترتیب دیا گیا۔ اس میں مختلف جوابات کو یکجا کر کے (Themes) بنائے۔

اخلاقی پہلو (Ethical Considerations)

اس تحقیق میں اخلاقی پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ تمام شرکاء کو تحقیق کے مقصد اور سوالات کے بارے میں واضح طور پر آگاہ کیا گیا اور ان کی رضامندی (Informed Consent) حاصل کی گئی۔ کسی بھی فرد کو زبردستی شامل نہیں کیا گیا بلکہ تمام انٹرویوز باہمی رضامندی سے لیے گئے۔

رضامندی اور رازداری (Consent & Anonymity)

شرکاء کو انٹرویو سے پہلے بتایا گیا کہ ان کے اصل نام یا پتے کو ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ ان کے بیانات کو صرف تحقیق کے مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے ہر شرکاء کے لیے ایک کوڈ (مثلاً TG ROB,TG MHK وغیرہ) مختص کیا گیا تاکہ ان کی شناخت پوشیدہ رہے۔

(Transcription)

انٹرویوز سے حاصل شدہ مواد کو پہلے لفظ بہ لفظ (Verbatim) تحریر کیا گیا۔

ڈیٹا اکٹھا کرنا اور کوڈنگ (Data Collection & Coding)

اس کے بعد اس مقالے کو کوڈنگ (Coding) کے ذریعے مختلف موضوعات، خیالات اور اظہار کو شناخت کیا۔

موضوعاتی تجزیہ (Thematic Analysis)

کوڈنگ کے بعد بیانات کو مختلف موضوعات (Themes) میں تقسیم کیا گیا۔ منتخب شدہ موضوعات کا تجزیہ (Analysis) کیا گیا تاکہ مخنث افراد کی سماجی حیثیت، درپیش مسائل اور حکومتی اقدامات کے اثرات کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

سافٹ ویئر کا استعمال

اس تحقیق میں کوئی سافٹ ویئر استعمال نہیں کیا گیا بلکہ تمام ڈیٹا کو محقق نے خود دستی طور پر کوڈ اور تجزیہ کیا۔ یہ عمل زیادہ وقت طلب تھا مگر اس سے تحقیق کے تناظر اور شرکاء کے بیانات کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملی۔

باب اول

محتشین کا تعارف اور تاریخی پس منظر

فصل اول: تاریخی پس منظر

فصل دوم: محتشین اور ان سے متعلق متنوع اصطلاحات

مخنثین کا تعارف

مخنثین جنہیں اردو میں خواجہ سرا کہا جاتا ہے، وہ افراد ہوتے ہیں جن کی صنفی شناخت جنس (Biological Sex) سے مختلف ہوتی ہے یا جن کی پیدائش کے وقت جنس کا تعین واضح طور پر نہیں ہو پاتا۔ اردو اور برصغیر کی تہذیب میں مخنثین کو عموماً "خواجہ سرا"، "ہیجڑا" یا "کُھسرا" جیسے الفاظ سے جانا جاتا ہے، حالانکہ یہ تمام الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال نہیں ہوتے۔

طبی اعتبار سے مخنث افراد کی جسمانی ساخت یا ہارمونی نظام میں ایسی تبدیلیاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ان کی صنفی شناخت غیر روایتی ہو جاتی ہے۔ بعض مخنث افراد پیدائشی طور پر دونوں جنسی اعضا رکھتے ہیں، جب کہ بعض افراد وقت کے ساتھ اپنی صنفی شناخت کو کسی اور صورت میں محسوس کرتے ہیں۔ تاریخی طور پر برصغیر میں مخنث افراد معاشرتی نظام کا ایک فعال حصہ رہے ہیں وہ بادشاہوں کے دربار میں اہم عہدوں پر فائز ہوتے تھے اور انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مگر بدقسمتی سے جدید دور میں انہیں معاشرتی تعصب، امتیازی سلوک، بے روزگاری، تعلیم کی کمی، اور صحت کے ناکافی نظام جیسے شدید مسائل کا سامنا ہے۔ حالیہ برسوں میں پاکستان سمیت کئی ممالک نے مخنثین افراد کے لیے قانونی شناخت، ووٹ کا حق، ملازمتوں میں کوٹہ اور صحت کی سہولیات جیسے اہم اقدامات کیے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں بھی ایسے افراد کے ساتھ رحم دلی، مساوات اور احترام کا درس دیا گیا ہے۔ ایک مہذب معاشرہ وہی ہوتا ہے جو اپنے ہر فرد کو عزت، تحفظ اور برابری کے مواقع فراہم کرے، اور مخنثین اس قابل احترام معاشرتی تانے بانے کا ایک اہم اور زندہ حصہ ہیں۔

فصل اول

تاریخی پس منظر

مخنثین ایک سماجی و ثقافتی اصطلاح ہے جو برصغیر میں صنفی شناخت کے ایک مخصوص طبقے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ یہ اصطلاح عموماً ان افراد کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو روایتی صنفی شناخت (مرد یا عورت) سے مختلف ہوتے ہیں، بشمول خواجہ سرا، مخنث، افراد لوگوں کو تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ پوری دنیا میں اور معاشرے میں پسماندہ ہیں۔ لوگ جس حد تک پسماندہ ہیں ان کے مقام اور ملک کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ پاکستان جیسے تیسری دنیا کے ملک میں، مخنثین لوگ، جنہیں اکثر ہیجڑا کہا جاتا ہے۔[1]

مغلیہ سلطنت کے دوران، خواجہ سراؤں (مخنث) معاشرے کو ایک بلند اور قابل ذکر سماجی حیثیت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ پاکستانی ہجرے مغل درباروں میں ہجروں کے اوقات اور وقار کے بارے میں پرانی یادوں سے منسلک ہوتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ اس دور، خواجہ سراؤں اور ہجروں کے لیے سنہری دور قرار دیتے ہیں۔ قدیم ہندوستان میں، مخنثین نے 13ویں صدی میں دہلی سلطنت جیسی سلطنتیں قائم کیں اور چلائیں۔ اس خطے میں آنے والے یورپی سیاح اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ مارکو پولو نے اسے 1280 کی دہائی میں اپنی ہندوستان کی مہم پر اپنی کتاب میں دیکھا اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"بہت سے مشرقی ممالک، خصوصاً چین اور ہندوستان میں، خواجہ سرا افراد بادشاہوں اور امیروں کے درباروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔ ان پر اعتماد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ عورتوں کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے کے قابل نہیں ہوتے، اس لیے انہیں محلوں میں تعینات کیا جاتا ہے، جہاں وہ شاہی خواتین کی نگرانی اور حفاظت کرتے ہیں۔"

وہ مزید لکھتا ہے کہ:

"ان کی ایک خاص سماجی اور انتظامی حیثیت ہوتی ہے، اور انہیں نہ صرف جسمانی طور پر مختلف سمجھا جاتا ہے بلکہ ان پر روحانی طاقتیں رکھنے کا بھی گمان کیا جاتا ہے۔"[2]

---

[1] Serena Nanda, Neither Man nor Woman; The Hijras of India, (Toronto, Canada: Wadsworth Publishing Company,1999), 14-18.

[2] Marco Polo ،The Travels of Marco Polo; translated by Henry Yule or Ronald Latham (1298) .

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے دوران خواجہ سرا (مخنث) کے نام سے جانے جاتے تھے، اور ان کا کام مغل شاہی خاندان کی خواتین کی مدد اور حفاظت کرنا تھا۔ وہ پگڑیاں اور مردانہ لباس پہنتے تھے ملک کافور، جو علاؤالدین خلجی کی فوج میں ایک کمانڈر کے طور پر خدمات انجام دیتا تھا اور اس کے لیے وقف تھا، اس دور میں اعلیٰ عہدوں پر فائز متعدد خواجہ سراؤں (مخنث) میں سے ایک تھا۔
مغل بادشاہ جہانگیر کے دور میں بھی اختر خان ایک مشہور وکیل تھے۔ فیروز شاہ ایک اور قابل ذکر غیر جنس پرست تھا جو اکبر اعظم کے دور حکومت میں اکبر کے منصب دار کے عہدے تک پہنچا، اور اس کے نام سے ایک سرکاری علاقہ، فیروز آباد، قائم کیا گیا (NIC فیروز آباد)۔ جب تک کہ انگریزوں نے ہندوستان کا انتظامی کنٹرول حاصل کر لیا اور اسے نوآبادیات بنا لیا، مغل سلطنت ختم ہو گئی، اور مخنثین نے خود کو معاشرے کے حاشیے پر پایا جب انگریزوں نے فوجداری قبائل ایکٹ، 1871 قائم کیا، جو ایک خاص قانون ہے جس نے تعزیرات ہند (IPC) کو مکمل طور پر روکا تھا۔ تاکہ کوئی جرم درج ہو سکے۔ دوسری طرف، مجرمانہ قبائل ایکٹ نے واضح کیا کہ مخصوص قبائل اور گروہوں کو پیدائش سے مجرم سمجھا جاتا ہے۔ 1897 میں فوجداری قبائل ایکٹ میں ترمیم کی گئی۔ اس مجوزہ تبدیلی کے تحت 1871 کے ایکٹ کے تحت خواجہ سراؤں اور رجسٹرڈ ٹرانسجینڈر افراد کو کسی بھی وقت وارنٹ کے بغیر قید کیا جا سکتا ہے، اور انہیں دو سال تک قید یا قابل قبول برطانوی پالیسیوں جیسے کہ ٹرانس کمیونٹی کو پسماندہ کرنے جیسی سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، مخنثین لوگوں کے ساتھ منسلک نقصان دہ شرم اور زیادہ مضبوط ہوتی گئی، جو سماجی اور ثقافتی تنقید اور مستعدی کی وجہ سے بڑھتی گئی۔ مخنثین کمیونٹی کو معاشرے کے حاشیے پر دھکیل دیا گیا، آخر کار انہیں جنسی کارکنوں، پین ہینڈلرز، یا رقاصوں کے طور پر کام کرنے کے لیے کم کر دیا گیا۔ 1871 کے برٹش کریمنل اینڈ ٹرائب ایکٹ کے بعد، مخنثین کے بارے میں مختلف خوفناک کہانیاں سامنے آئیں، اور جدید ہندوستان اور پاکستان میں مخنثین کو اب بھی شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے[1]۔

چونکہ مخنثین ایک قدیم سماجی شناخت رکھتے ہیں جو روایتی صنفی تقسیم سے ہٹ کر اپنی منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ مغلیہ دور میں انہیں شاہی درباروں میں باعزت اور بااختیار عہدوں پر فائز کیا جاتا تھا۔ یورپی سیاحوں کی تحریریں اس طبقے کے معاشرتی مقام اور روحانی وقار کی گواہی دیتی ہیں۔ انگریزوں کی آمد کے بعد 1871 کے قانون نے انہیں "پیدائشی مجرم" قرار دے کر سماجی زوال کی طرف دھکیل دیا۔ برطانوی قوانین نے انہیں قانونی تحفظ سے محروم کر کے جنسی کارکنوں اور گداگروں کے کردار تک محدود کر دیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ معاشرتی تعصب اور شرمندگی نے اس طبقے کو مکمل طور پر حاشیے پر لا کھڑا کیا۔

[1] Abbas, Q., & Pir, G. (2016). History of the Invisible: A People's History of the Transgendered Community of Lahore. THAAP Journal, 162-175

مبحث اول: اسلام میں تصور مخنث

جدید دور میں صنف اور جنس ایک اہم ترین مسئلہ کے طور پر سامنے آرہا ہے لفظ صنف اور جنس کو ایک دوسرے کے مترادف استعمال کیا جاتا ہے لیکن لفظ صنف کو جدید دور میں دیکھا جائے تو اس کا تعلق انسان کی پیدائش سے ہوتا ہے جو مرد و عورت کی شناخت عطا کرتا ہے۔ انسان اشرف المخلوق ہونے کے ناطے نہ صرف ظاہری ہو جسمانی پہچان بتاتا ہے بلکہ اس کے تمام مذہبی سماجی نفسیاتی حتیٰ کہ ہر ذمہ داری کا دارومدار اس کی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہر انسان چاہے مرد ہو یا عورت اپنے رب کی تخلیق ہونے کے ساتھ آدم وہوا کی اولاد ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں لفظ جنس و صنف کہیں بھی درج نہیں تخلیق کائنات میں نہ صرف انسانوں کے بلکہ جانوروں کے جوڑوں کو بیان کرتے ہوئے جن الفاظ کا چناؤ کرتے ہیں وہ ایل جی پی ٹی جو کہ ایجنڈے جنس اور صنف میں کشمکش کو بالکل سہارا نہیں دیتا اللہ تعالی صرف مرد وہ عورت کو قرآن پاک میں مخاطب فرمارہے ہیں اگر کوئی شخص پیدائشی طور پر مرد وعورت کے نارمل حدو خال کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا تو ایسے افراد جن کے مرد و عورت ہونے کا پتہ نہ چلے یعنی یا تو وہ مرد ہو یا عورت دونوں کی شرمگاہ رکھتا ہو یا کچھ بھی نہیں رکھتا ایسے افراد کو مخنث یا خنثیٰ غیر مشکل کہا جاتا ہے۔[1]

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾

"بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے"[2]

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

---

1 امام برہان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر الرغیانی رحمہ اللہ الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی، مکتبہ دار القرآن والعلوم الاسلامیہ، گارڈن ایسٹ، کراچی پاکستان، 1417ھ، ج4، حصہ 8، ص: 344۔

2 القران سورۃ التین ۹۴۔۴

"تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں، بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔[1]

اسی طرح اللہ تعالی نے انسانوں کے گروہوں میں سے مخنث تخلیق کی جو کہ نامرد ہے اور نہ عورت بلکہ دونوں کے درمیان ملتا جلتا انسان ہوتا ہے انسان کی حیثیت سے ان کو احترام آدمیت اور حقوق یعنی انسانی حقوق کے لحاظ سے مختلف زمانوں میں انہیں مختلف رویوں کا سامنا ہوتا رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ان کے تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث دو مقامات پر بیان ہوئی ہے جو درج ذیل ہے:

عنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِندَهَا، وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ،
فَقَالَ لِأَخِي أُمِّ سَلَمَةَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ:
" إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا، أَدُلُّكَ عَلَى ابْنَةِ غَيْلَانَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ، وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ."
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:"لَا يَدْخُلَنَّ هَذَا عَلَيْكُنَّ."

"ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف فرما تھے، گھر میں ایک مغیث (خواجہ سرا) نامی مخنث بھی تھا۔ اس مخنث نے ام سلمہ کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ سے کہا کہ اگر کل اللہ نے تمہیں طائف پر فتح عنایت فرمائی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کو دکھلاؤں گا کیونکہ وہ سامنے آتی ہے تو (صحت مندی کی وجہ سے) اس کے چار شکنیں پڑ جاتی ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو آٹھ ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کہ یہ مخنث (آئندہ) تمہارے پاس نہ آئے"۔[2]

درج بالا احادیث کے مطالعے اور تفکر سے علم ہوتا ہے کہ مذکور مخنث (خواجہ سرا) مردانہ صفات کا حامل تھا یا اس میں زنانہ کی بجائے مردانہ صفات حاوی تھیں اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کا گھر میں آنا منع فرما دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اس سے خواتین کو پردہ کروایا۔

---

[1] القران سورہ النور (24:45)

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، بیروت: دار ابن کثیر، کتاب النکاح، باب: الترغیب فی النکاح، حدیث: 5235

برصغیر پاک وہند میں مخنثین کا تاریخی جائزہ

ہندوستان میں مخنث کا تعلق قدیم ہندو روایات سے ہے۔ ہندو مذہب میں ان افراد کو "کینی" یا "**ہیجڑا**" کہا جاتا تھا، اور ان کا کردار مختلف مذہبی رسومات میں تھا۔ وہ شادیوں اور دیگر مذہبی تقاریب میں اہمیت رکھتے تھے، کیونکہ انہیں ایک خاص روحانی طاقت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ ہندو مذہب میں، مخنث کو "آدھیا" (آدھی جنس) کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ انہیں عموماً مقدس یا روحانی شخصیتوں کے طور پر تسلیم کیا جاتا تھا، جو کہ برکت اور خوش قسمتی لانے والے سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان میں مخنث کے بارے میں مذہبی متون اور ادب میں بھی ذکر ملتا ہے۔ انہیں بعض اوقات مذہبی رسومات جیسے کہ شادیوں میں خوشی اور برکت لانے کے لیے بلایا جاتا تھا۔ "لکھ" (شادی کے پہلے دن) جیسے مذہبی تقاریب میں ان کا کردار تھا۔ ہندوستان کی مختلف سلطنتوں، جیسے مغل سلطنت اور دہلی سلطنت میں بھی مخنث کی اہمیت تھی۔ مغل درباروں میں مخنث بہت اہم عہدوں پر فائز تھے، اور ان کے کردار کی موجودگی کا اثر سیاسی معاملات پر بھی تھا۔ مغل دور میں مخنث شاہی درباروں میں اہم سیاسی اور ثقافتی کردار ادا کرتے تھے۔ انہیں نہ صرف درباروں میں وزیر، مشیر یا دربان کے طور پر خدمات انجام دینے کی اجازت تھی بلکہ ان کے پاس شاہی خزانے تک رسائی تھی۔ مغل بادشاہوں کی درباروں میں مخنث کی موجودگی اس بات کا غماز تھی کہ ان کی ثقافتی حیثیت اور اثر ورسوخ کتنا مضبوط تھا برطانوی حکومت کے دور میں مخنث کی حیثیت اور ان کے ساتھ ہونے والے سلوک میں تبدیلی آئی۔ ان کی حیثیت کو کم کیا گیا، اور وہ معاشرتی طور پر زیادہ نظر انداز ہونے لگے۔[1]

نو آبادیاتی حکومت نے مخنث کی کمیونٹی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا، اور ان کے حقوق کو محدود کر دیا۔ برطانوی دور میں، مخنث کی کمیونٹی کو اکثر جرم اور غیر قانونی سرگرمیوں سے جوڑا گیا، کیونکہ انہیں معاشرتی طور پر الگ تھلگ کر دیا گیا تھا۔ برطانوی حکومت نے مخنث کے حوالے سے کئی قوانین بنائے، جو ان کے حقوق کو محدود کرنے والے تھے اور ان کی زندگیوں میں پیچیدگیاں پیدا کرنے کا سبب بنے۔ ہندو مذہب میں انہیں تقدس کا درجہ دیا جاتا تھا، اور ان کی موجودگی کو مذہبی رسومات میں ایک ضروری جزو سمجھا جاتا تھا۔ یہ مخنث اپنے روحانی حیثیت کی وجہ سے معاشرتی لحاظ سے بہت سی ذمہ داریوں کو نبھاتے تھے۔ ہندو روایات میں مخنث کو ایک خاص روحانی مقام حاصل تھا، اور انہیں ہمیشہ سماج میں برکت لانے والے اور مذہبی رسومات کے متولی کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ ان

[1] Khan, Faris A. "Khwaja Sira Culture, identity politics, and" transgender" activism in Pakistan." PhD diss., Syracuse University, 2014.

کی موجودگی کو معاشرتی طور پر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ برطانوی نوآبادیاتی دور کے بعد مخنث کو سماج میں وہ مقام نہ مل سکا جو انہیں ماضی میں حاصل تھا۔ جدید دور میں مخنث کو ابھی بھی معاشرتی سطح پر امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ وہ اکثر تعلیم، روزگار اور دیگر معاشی مواقع سے محروم ہوتے ہیں۔[1]

چونکہ برصغیر پاک وہند میں مخنثین کو قدیم ہندو روایات میں ایک روحانی اور مقدس مقام حاصل تھا اور انہیں مذہبی رسومات، خاص طور پر شادیوں اور تہواروں میں برکت اور خوش قسمتی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ مغلیہ دور میں ان کا سماجی و سیاسی کردار مزید مستحکم ہوا اور وہ شاہی درباروں میں بااثر عہدوں پر فائز رہے، جن میں مشیر، دربان اور وزیر شامل تھے۔ تاہم، برطانوی نوآبادیاتی دور میں ان کی حیثیت کو شدید نقصان پہنچا اور استعماری قوانین کے ذریعے انہیں مجرم اور غیر قانونی سرگرمیوں سے جوڑ کر معاشرتی طور پر الگ تھلگ کر دیا گیا۔ اس تاریخی زوال کا اثر آج بھی موجود ہے، اور مخنث افراد تعلیم، روزگار اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم رہ کر امتیازی سلوک کا سامنا کرتے ہیں۔

مبحث دوم: مغربی تاریخ

مغربی معاشرت میں مخنث کا تصور ہمیشہ سے مختلف رہا ہے۔ جہاں مشرق میں مخنث کو خاص مذہبی، ثقافتی یا سماجی حیثیت حاصل تھی، وہیں مغرب میں ان کی شناخت اور کردار کو ابتدا میں نظر انداز کیا گیا۔ تاہم، وقت کے ساتھ، مغرب میں مخنث کے بارے میں آگاہی بڑھتی گئی، اور ان کے بارے میں مختلف تحقیقی کاموں اور نظریات پر بات کی جانے لگی۔ احادیث میں اسے مخنث کا لفظ بولا گیا پر مغرب میں ٹرانس جینڈر کا لفظ بولا جاتا ہے۔20ویں صدی کے آخر میں +LGBTQ حقوق کے حوالے سے شعور میں اضافہ ہوا۔

مغرب میں خنثیٰ یا مخنث معاشروں میں صنفی شناخت کے متنوع تصورات کی جڑیں قدیم دور تک پھیلی ہوئی ہیں، مگر جدید دور میں خنثیٰ شناخت کو زیادہ نمایاں طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہاں مغرب میں خنثیٰ شناخت کی تاریخ کے اہم پہلو بیان کیے گئے ہیں۔

[1] Serena Nanda, Neither Man nor Woman; The Hijras of India, (Toronto, Canada: Wadsworth Publishing Company,1999), 14-18.

قدیم دور قدیم یونانی اور رومی معاشروں میں جنس اور صنف کے بارے میں روایتی تصورات تھے، مگر کچھ مقامات پر غیر معمولی یا "تیسری جنس" کے افراد کا بھی ذکر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر، قدیم یونانی دیومالائی کہانیوں میں "ہیمافروڈائٹ" جیسے کردار موجود ہیں، جو دونوں جنسوں کی خصوصیات رکھتے تھے۔

قرونِ وسطیٰ اور مذہبی اثرات عیسائیت کے پھیلاؤ کے ساتھ مغرب میں صنف کے بارے میں سخت تصورات اور "مرد-عورت" کی واضح تقسیم غالب آ گئی۔ اس دور میں خنثیٰ یا غیر معمولی صنفی افراد کو معاشرتی یا مذہبی طور پر قبولیت نہیں ملتی تھی اور اکثر انہیں نظر انداز یا ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔

پندرہویں سے سترہویں صدی کے دوران، یورپ میں فکری اور سائنسی ترقی کے ساتھ مختلف جنسوں کے بارے میں کچھ حد تک تحقیق کی گئی۔ مگر عمومی طور پر، خنثیٰ افراد کے لیے کوئی خاص معاشرتی قبولیت یا سمجھ بوجھ پیدا نہیں ہوئی تھی۔ انیسویں صدی صنعتی انقلاب اور سائنسی دریافتوں کے دور میں ماہرین نفسیات اور سماجیات نے انسانی صنف اور جنسیات پر تحقیق شروع کی۔

بیسویں صدی کے اوائل اس وقت تک مغربی معاشروں میں صنفی اور جنسی شناخت پر روایتی نظریات غالب تھے۔ البتہ، جرمنی اور دیگر کچھ مغربی ممالک میں ابتدائی LGBTQ+ حقوق کی تحریکیں سامنے آنے لگیں، جنہوں نے خنثیٰ اور دیگر صنفی شناختوں پر بھی گفتگو کو فروغ دیا۔ 1970-1960 کی یہ دہائی مغرب میں بڑی سماجی تبدیلیاں لانے کا سبب بنی، خاص طور پر حقوق نسواں، شہری حقوق، اور LGBTQ+ تحریکوں کی وجہ سے اس دوران لوگوں میں خنثیٰ شناخت کو تسلیم کرنے اور اس کی طرف مثبت رویے اپنانے کا رجحان بڑھنے لگا۔

1990 کی دہائی اس دور میں "non-binary" اور "genderqueer" جیسے اصطلاحات زیادہ نمایاں ہوئیں، اور نوجوان نسل کے درمیان ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ کئی مغربی ممالک نے حقوق کے تحفظ کے قوانین میں صنفی شناخت کی شقیں شامل کیں۔[1]

2000 اکیسویں صدی میں مغربی معاشروں میں خنثیٰ افراد کی شناخت کو باقاعدہ قانونی اور معاشرتی سطح پر تسلیم کیا گیا۔ کچھ ممالک نے اپنے قوانین میں تیسرے جنس کے خانے یا صنفی غیر جانبدار شناخت کا اضافہ کیا، اور متعدد تنظیمیں خنثیٰ حقوق کے لیے سرگرم

[1] Bornstein Kate. Gender Outlaw: On Men Women and the Rest of Us. New York: Vintage Books, 1994.

ہوئیں۔ تعلیم اور آگاہی میں اضافہ جدید مغربی معاشروں میں اسکولوں، دفاتر، اور دیگر اداروں میں خنثی شناخت کے بارے میں آگاہی بڑھ رہی ہے، اور ایسے لوگوں کے لیے بہتر مواقع اور احترام کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

موجودہ دور آج خنثی افراد کو مغربی معاشروں میں زیادہ سے زیادہ قبولیت حاصل ہے۔ انہیں شناختی دستاویزات میں غیر جانبدارانہ جنس یا تیسری جنس کے طور پر شامل کرنے کے علاوہ، ثقافتی اور سوشل میڈیا میں بھی نمائندگی دی جا رہی ہے۔ مغربی تاریخ میں خنثی افراد کی شناخت کا سفر پیچیدہ رہا ہے، مگر جدید دور میں ان کے حقوق کو تسلیم کرنے اور انہیں معاشرتی سطح پر قبول کرنے کی کوششیں بہت نمایاں ہیں۔

تاریخی حقائق سے یہ حقیقتیں سامنے آتی ہیں کہ ایل جی بی ٹی کیو کا کوئی ایک بانی نہیں ہے بلکہ اس کو وجود مختلف ادوار میں ہم جنس پرست لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے بیسویں صدی کے وسط تک ہم جنس پرستی بہت سے ممالک میں نہ صرف غیر قانونی عمل تصور کیا جاتا تھا بلکہ اس عمل کے اندر جو بھی شامل حال ہوتا اسے سخت سزاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑتا۔ 1952 میں ماہر نفسیات ہم جنس پرستی کو نہ صرف ایک نفسیاتی بیماری سوتیو پیتھک ڈسٹر بنس قرار دیا جاتا بلکہ 1968 میں ہم جنس پرستی کو سیکسول ڈیوی ایشن جنسی انحراف میں لکھا جانے لگا یہ سلسلہ تقریباً 1973 تک جاری رہا جب دسمبر 1973 کو امریکن سائز ٹھیک اسویشن نے ڈائگنوسٹک اینڈ سیٹسٹک مینول آف مینٹل ہیلتھ کے تیسرے ایڈیشن میں ہم جنس پرستی کو دماغی خلل سے خارج کر دیا جس کی واحد وجہ لیسبین گے اور اس وقت کے انسانی حقوق کہ علم برداران کی تنظیموں کا امریکن سیکٹری ایسوسیشن پر بہت دباؤ تھا۔[1]

ہم جنس پرستی نے مسلم معاشرے میں نکاح کی اہمیت کو متاثر کیا ہے اس حوالے سے مغربی دنیا میں آزادی کو مساوات اور بنیادی انسانی حقوق کے نام پر مختلف قسم کی تحریکیں چلائی گئی ہم جنس پرست کیمونٹی کا نام دیا گیا جسے ہم جنس پرست حامیوں کو کہنا ہے کہ ہم جنس پرستی کا رویہ یعنی اپنی ہی صنف کی طرف جنسی ملان پیدائشی ہوتا ہے۔[2] مغربی دنیا میں ہم جنس پرستوں کو ایک کمیونٹی کے طور پر متعارف کروایا جا رہا ہے مغرب میں آزادانہ ہم جنس روابط کو قانونی تحفظ حاصل ہے ہم جنس پرست افراد کے لیے باقاعدہ مغرب میں تحریک چلائی گئی۔ ہم جنس پرستی قابل تعزیر جرم تھا لیکن بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں کئی مغربی ممالک نے ہم جنس

---

[1] Scott Siraj al- Haqq kugal Homosexuality in Islam: Critical Reflection on Gay, Lesbian, and Transgender Muslims, (Oxford, UK: Oneworld Publications, 2010), 254

[2] ندوی، رضی الاسلام، تحقیقاتِ اسلامی (اشاعت جنوری تا مارچ 2014) ج 33، ص 6–10

پرستی پر سزا کو ختم کر دیا۔ پھر ہم جنس پرست کمیونٹی نے بڑے شہروں میں پرائڈ پریڈ کے نام سے عوامی مارچ اور مختلف پروگرامز رکھے۔

ڈاکٹر عبدروف ظفر لکھتے ہیں:

"مغرب میں باہمی رضامندی سے بد فعلی کو قانونی تحفظ حاصل ہے جرمنی کے ڈاکٹر ماگنوس ہر فیلڈ جو عالمی مجلس اصلاح صنفی کے صدر تھے ۔world league of sexual reformانہوں نے قوم لوط کے حق میں چھ سال پروپیگنڈا کیا کہ بالاخر جمہوریت کے خداؤں نے اسے قانونی شکل دے دی"[1]

(Gay literature) کے نام سے ہم جنس پرستی کے فروغ کے لیے لٹریچر شائع ہو رہا ہے ہم جنس پرستی نے عصر حاضر میں عالمی انڈسٹری کی حیثیت اختیار کر لی ہے مغرب ممالک میں اہم جنس افراد کی سہولت کے لیے بڑی تعداد میں عالی شان ہوٹل gayکلب ریزارٹس بنائے گئے ہیں امریکہ میں Gay resortsکے بارے میں ایک رپورٹ بتاتی ہے۔

"There are so many gay resorts now that you'll definitely find one that suits the type of USA gay caution you're planning, whether you want to party, strip down, sunbathe, do sports or try new activities. And you get to do whatever you want inthe company of other open-minded folks.".[2]

---

[1] عبدالرؤف، عصر رواں سیرۃ النبی کی روشنی میں (لاہور مکتبہ قدوسیہ 2012)170

[2] Jack ken worthy, 30 Fabulous USA Gay Resorts To Try on your Next Gay cation (Gay Accommodation, USA) https : // query the world com/USA-gay-resorts/ Accessed June 11.2013,

-

مذکورہ حقائق و معلومات سے واضح ہوتا ہے کہ ہم جنس پرستی کس قدر تیزی سے پوری دنیا میں پھیل رہی ہے اور کس طرح مغرب و مشرق میں اس غیر فطری قوم کو پروان چڑھانے کے لیے سرمایہ کاری کی جا رہی ہے۔ عصر حاضر میں اس طرح کی عالمی تحریکوں کو LGBT+ یا (Lesbian, Gay, Bisexual & Transgender) اور اس طرح کے دیگر ناموں سے جاتا ہے۔ یوں بغیر کسی میڈیکل کے اس طرح مرد کے عورت بن جانے سے اور عورت کے مرد بن جانے سے نہ صرف وراثت کے مسائل پیدا ہوسکتے بلکہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔

فصل دوم:

مخنثین اور ان سے متعلق متنوع اصطلاحات

"محیث" یا "مخنث" عربی زبان کا لفظ ہے، جو "خَنَثَ" سے ماخوذ ہے۔

"خنث" کے لغوی معنی ہیں:

نر اور مادہ کے درمیان ہونا یا ایسا شخص جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامات پائی جاتی ہوں۔

لسان العرب (ابن منظور) کے مطابق:

الخُنثى: الذي لا يَخلُصُ لذكَرٍ ولا أنثى، وجعلَه كُراعٍ وَصفاً، فقال: رجل خُنثى: له ما للذكر والأُنثى.

خنثی وہ ہوتا ہے جو نہ مکمل طور پر مرد ہو، نہ مکمل طور پر عورت کیوں کہ اس میں دونوں کی کچھ خصوصیات موجود ہوتی ہیں[1]۔

خنثی کی تعریف (عربی مترادفات)

عربی زبان میں صنف ثالث کیلئے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ مخنث ۲۔ خنثی

۱۔ مخنث (نون پر فتح کے ساتھ) لغت عرب میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو حرکات میں عورتوں سے مشابہ ہو، اس کی دو قرآت ہیں۔

الجرجانی کے مطابق"

الْمُخَيْثُ هو الذي يشبه المرأة في الدين ، والكلام والنظر و الحركة وغير ذلك [2]

---

[1] ابن منظور، لسان العرب، ج:13، ص:215، دار صادر، بیروت ابن منظور، لسان العرب، ج:13، ص:215، دار صادر، بیروت

[2] سعدی ابو حبیب، القاموس الفقهي لغة واصطلاحاً، ادمشق دار الفکر، ج ۱، ص ۱۲۳، حرف الخاء

"وہ مرد جو اپنی حرکات، نرمی، کلام اور دیگر باتوں میں عورتوں کے مشابہ ہو"۔

كَانَ فِيهِ لَيْن و تكسر فكان على صورة الرجال واحوال النساء[1]

"وہ شخص جو صورۃ تو مرد ہو مگر اس کے افعال و حرکات عورتوں والے ہوں"۔

لغوی اعتبار سے خواجہ سرا ایسے فرد کو کہا جاتا ہے جو مرد اور عورت دونوں کی متعین کردہ علامات سے محروم ہو پرانے دور میں ان افراد کو درباری نظام کا حصہ بنادیا جاتا تھا جہاں وہ بادشاہوں اور امیروں کے محلوں میں خواتین کے درمیان کام کرتے تھے ان کی موجودگی کو اس لیے ترجیح دی جاتی تھی کہ وہ خواتین کے معاملات میں مداخلت یا بدنگاہی نہیں کرتے تھے۔ یہ افراد جنسی طور پر غیر واضح شناخت رکھتے تھے اور معاشرے میں انہیں مخصوص ذمہ داریاں سونپی جاتی ماضی میں اور مخنث جیسے الفاظ بھی استعمال ہوتے رہے۔ جبکہ اب انہیں خواجہ سرا کہا جاتا ہے۔ جدید دور میں ان افراد کو عمومی طور پر ٹرانس جینڈر کے نام سے جانا جاتا ہے تاہم ان کے لیے دیگر اصطلاحات جیسے ایجنڈر یونیس ایکسول اور جینڈر لیس بھی رائج ہے۔

مبحث اول: مخنثین کی شناخت

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حمل کے ابتدائی تین ماہ کے دوران بچے کی جنس کا تعین نہیں ہو سکتا کیونکہ اس دوران جنسی اعضاء کی نشو نما مکمل نہیں ہوئی ہوتی اس مرحلے پر ایمبریو یا فیٹس کے اندر صرف عورتوں کی صفات موجود ہوتی ہیں یعنی بچہ مرد ہو یا عورت اس کی جنسی شناخت ابھی ظاہر نہیں ہوتی جیسے ہے مرد کے جنسی اعضاء کی نشو نما ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جو اسے ایک مرد بننے کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسری طرف اگر یہ نشو نما نہ ہو تو بچہ عورت کی صفات رکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے جنسی اعضاء بعد میں نمودار ہوتے ہیں جبکہ عورت کی صفات پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ مرد کے مخصوص جنسی اعضاء ظاہری طور پر تو موجود ہوتے ہیں۔ مگر اندرونی طور پر عورت کی ساخت یا صفات بھی جاتی ہیں اس وجہ سے کئی بچے جنسی ابہام کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں طبی اعتبار سے ایسے بچوں کے لیے مخصوص سہولیات میسر کی جاتی ہیں۔ تاکہ ان کے جسمانی مسائل کا درست حل نکالا جاسکے۔ اور ان کی نشو و نما درست اور بہترین طریقے سے کی جاسکے ایسے بچوں کو ہماری سوسائٹی میں اکثر اوقات لڑکی کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ پیدائشی طور پر لڑکیاں ہی ہوتی ہیں ان کے والدین کو بھی ان کی شناخت کو سمجھنے میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے کچھ بچے بلوغت کے وقت پیٹ کے نچلے حصے میں شدید تکلیف محسوس کرتے ہیں کیونکہ ان کے اندرونی اعضاء

---

[1] لویس معلوف، المنجد في اللغة والآدب والعلوم، بیروت: المطبعة الكاثوليكية، 1905، ص 197۔

مکمل طور پر عورت کی ساخت رکھتے ہیں اگر ان کا بروقت علاج نہ ہو تو انہیں مرد بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جو کہ درست نہیں ہے دراصل ہمارے معاشرے میں اب بھی یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ عورت نہیں بلکہ مرد ہیں حالانکہ وہ پیدائشی طور پر عورت ہوتے ہیں مندرجہ بالا چار قسم کے لوگوں کو ٹرانس جنڈر ہرگز نہیں کہا جاتا ہے۔ ٹرانس جینڈر سے مراد یا تو جسمانی اور پیدائشی مرد ہے جو خود کو عورت کہلواتا ہے اور یا جسمانی و پیدائشی عورت ہے جو خود کو مرد کہلواتا ہے۔ مختصر یہ کہ ٹرانس جینڈر یا تو جعلی مرد ہوتا ہے اور یا جعلی عورت ہوتا ہے، جس کا اسلام میں کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لفظ ٹرانس جینڈر (Transgender) کی ضد سی جینڈر (Cisgender) یعنی یک طرفہ جنس ہے۔ لیکن اس پر بعض حلقوں کی جانب سے کافی تنقید بھی ہوئی، قطع نظر ان تنقیدی مباحث سے ٹرانس جینڈر کی ضد لفظ نان ٹرانس جینڈر (Non Transgender) یعنی غیر ٹرانس جینڈر بھی ہے۔[1]

چونکہ مخنثین کی شناخت کا تعلق پیدائشی طور پر جنسی اعضاء کی غیر واضح یا ابہام پر مبنی ساخت سے ہوتا ہے، جو حمل کے ابتدائی مراحل میں طے نہیں ہوتی۔ بعض بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں جن میں بیرونی طور پر مردانہ جبکہ اندرونی طور پر زنانہ صفات موجود ہوتی ہیں، جس سے ان کی صنفی شناخت پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ معاشرتی طور پر ایسے افراد کو اکثر ان کی اصل صنف کے مطابق قبول نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں مشکلات جنم لیتی ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ایسے افراد کو ٹرانس جینڈر کہنا درست نہیں، کیونکہ ٹرانس جینڈر وہ ہوتے ہیں جو اپنی پیدائشی صنف کو رد کر کے دوسری صنف اختیار کرتے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی ٹرانس جینڈر کی خود ساختہ شناخت کو تسلیم نہیں کیا جاتا، جبکہ پیدائشی جنسی ابہام ایک طبی مسئلہ ہے جس کا حل طبی بنیادوں پر تلاش کیا جانا چاہیے۔

مخنثین کی شناخت قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ نے قرآن مجید میں صرف دو جنس کے بارے میں بتایا ہے ایک مرد اور دوسرہ عورت اس کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں ہوا فقہی اعتبار سے بھی مرد اور عورت کا ہی ذکر کیا گیا ہے اگر مخنث ہے تو یا وہ مرد ہو گا یا عورت وارثت اور پردہ کہ اعتبار سے مسائل ذکر کئے گے ہیں اگر مخنث مرد جیسا محسوس کرتا ہے تو مردوں والے حقوق ہیں اگر عورت جیسا محسوس کرتا تو عورتوں جیسے حقوق ہیں۔

اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾[2]

---

[1] شجاع الدین "ٹرانس جینڈرازم پر ایک نظر" (مجلہ محدث، 2023، لاہور)، شمارہ، 392 ص 14

[2] النساء/1

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اس سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقوی اختیار کرو)، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے"

شمس الائمہ حضرت امام سرخسی فرماتے ہیں:

﴿اعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ بَنِي آدَمَ ذُكُورًا وَإِنَاثًا، كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ﴾

"یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو نر اور مادہ کی صورت پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے"[1]۔

وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ﴾

اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: وہ جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے[2]۔

ایک اور جگہ شمس الائمہ حضرت امام سرخسی فرماتے ہیں:

ثُمَّ بَيْنَ حُكْمَ الذُّكُورِ وَحُكْمَ الْإِنَاثِ فِي كِتَابِهِ ، وَلَمْ يُبَيِّنْ حُكْمَ شَخْصٍ هُوَ ذَكَرٌ وَ أُنْثَى، فَعَرَفْنَا بِذَلِكَ أَنَّهُ لَا يُجْمَعُ الْوَصْفَانِ فِي شَخْصٍ وَاحِدٍ ، وَكَيْفَ يَجْتَمِعَانِ وَبَيْنَهُمَا مُغَايَرَةٌ عَلَى سَبِيلِ الْمُضَادَّةِ

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں مردوں کے احکام الگ اور عورتوں کے احکام الگ بیان کیے ہیں، لیکن ایسے شخص کے بارے میں حکم نہیں بتایا جو بیک وقت مرد بھی ہو اور عورت بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں اوصاف ایک ہی شخص میں جمع نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں"۔

امام سرخسی کے اس استدلال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کسی ایک بھی ایسے شخص کے لیے شرعی حکم بیان نہیں فرمایا جو بیک وقت مرد بھی ہو اور عورت بھی۔ جو بیک وقت بحیثیت عورت بچہ جننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو اور ساتھ مردانہ عضو مخصوص کے ساتھ کسی عورت کو حاملہ بھی کر سکتا ہو ۔ تیسری جنس سے متعلق یہ ایک عمومی غلط فہمی ہے جس کا دور ہو ناضروری ہے۔[3]

---

[1] سورۃ النساء: آیت 1

[2] سورۃ الشوری، آیت نمبر 49

[3] شمس الائمہ السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، (دار المعارف، بیروت، پہلا ایڈیشن، 1993), جلد 30، صفحہ 91

رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث سے ٹرانس جینڈرز کے معاملات کو سمجھنا کافی آسان ہو جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

((عَن عئشَ قَالَت کَانَ یَدخُلُ عَلَی ازوَاجِ النَبِی ﷺمخنث فکانُوا یَعُدُونَہُ مِن غیر اولی الاِربَۃِ قَالَ فَدَخَلَ النَبیُ ﷺ یوماوَھوَ عِندَ بَعضِ نِسائِہِ وَھوَ یَنعَتُ امرَاَۃ قَالَ اِذَا اَقبَلَت اَقبَلَت بِاَربَع وَاِذَا اَدبَرَت اَدبَرَت بِثَمَان فَقالَ النَبیُ ﷺ اَلا اَرَ ھذا یَعرِفُ مَا ھا ھنَ ا لَا یَدخُلَنَ عَلَیکُنَ قَالَت فَحَجَبُوہُ ۔[1]))

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج کے پاس ایک مخنث آیا کرتا تھا اور لوگ اسے جنسی خواہش نہ رکھنے والوں میں شامل کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ ایک دن تشریف لائے تو حضور اکرم ﷺ کی کچھ بیویوں کے پاس بیٹھا ایک عورت کی تعریف کر رہا تھا، اس مخنث نے کہا جب وہ عورت آتی ہے تو (صحت مندی کے سبب) چار سلوٹوں سے آتی ہے اور جب جاتی ہے تو آٹھ سلوٹوں کے ساتھ جاتی ہے تو حضور کریم ﷺ نے فرمایا! میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ مخنث جو چیز یہاں دیکھتا ہو گا وہ کسی دوسری جگہ جا کے بیان کرتا ہو گا، یہ مخنث تمہارے پاس نہ آیا کرے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر مخنث سے پردہ کرنے کا حکم دے دیا گیا"۔

صحیح بخاری میں ایک حدیث دو مقامات پر بیان ہوئی ہے جو درج ذیل ہے:

عَن اُمِ سَلمَ عَنِ النَبیُ ﷺ کَانَ عِندَھا وَفِی البَیتِمخنث، فَقَالَ الخواجہ سرا لِاَ خِی اُمِ سَلمَۃَ عَبدِ اللہ بنِ اَبِی اُمَیَ: اِن فَتَحَ اللہُ لَکُم الطَائِفَ غَدا اَدُلُکَ عَلَی بِنتِ غَیلانَ فَاِنھا تُقبِلُ بِاَربَع وَتُدبِرُ بِثَمَان، فَقَالَ النبیُ ﷺ: لَا یَدخُلَن ھذا عَلَیکُن-))[2]

"حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ حضور کریم ﷺ ان کے گھر میں موجود تھے، گھر میں ایک مغیث نامی خواجہ سرا بھی موجود تھا۔ اس خواجہ سرا نے ام سلمہ کے بھائی عبد اللہ بن ابی امیہ سے کہا کہ اگر اللہ نے تمہیں طائف پر فتح نصیب فرمائی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کو دکھاوں گا کیونکہ وہ سامنے آتی ہے تو (صحت مندی کی وجہ سے) اس کے چار شکنیں پڑ جاتی ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو آٹھ ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد حضور کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ یہ خواجہ سرا آئندہ تمہارے پاس نہ آئے"۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، کتاب السلام، ح:5691، باب: سلام کا بیان، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، ح:5235 بیروت: دار ابن کثیر، الیمامہ۔

مندرجہ زیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مخنث مردانہ حصوصیات کا مالک تھا یا اس میں زنانہ کے بجائے مردانہ حصوصیات زیادہ تھیں اور اسی وجہ سے حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مخنث کا گھر میں آنے سے منع کر دیا اور اصحاب نے بھی اس سے خواتین کو پردہ کروادیا۔
جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور حدیث کی دیگر کتب میں درج ذیل حدیث بیان ہوئی ہے جس کی سند کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔اس حدیث میں کسی مرد کو مخنث (ٹرانس جینڈر) کہنے کی سزا بیان ہوئی ہے:

((عَن اِبنِ عبَاس رضی الله عنه عَنِ النبیُ ﷺ قَالَ اِذا قَالَ الرَجُلُ للرَجُلِ یایَھودیُ، فَاضرِبُوہ عِشرِینَ، وَاِذا قَالَ یامخنث فَاضرِبُوہ عِشرِینَ۔[1]))

حضرت عباس سے روایت ہے کہ خضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے کو یہودی کہہ کر بلائے تو اسے بیس کوڑے مارو اور جب مخنث کہہ کر بلائے تو اسے بھی بیس کوڑے مارو"۔

سنن الکبریٰ للبیہقی میں مخنث کی وراثت کے بارے میں بھی ایک ساتھ چھے ایک طرح کی احادیث بیان ہوئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

عَن عَبدالجَلیل عَن رَجُل مِن بَکرِ بنِ وَائل قَالَ شَھدتُ عَلیا رَضی الله عنه یَسأَلَ عَنِ الخُنثَی فَسأَلَ القَومَ فَلَم یَدرُوافَقالَ عَلِی رَضی الل عَنه اِن بَالَ مِن مَجرَی الذَکَرِ فَھوَ غُلام وَاِن بَالَ مِن مَجرَی الفَرجِ فَھوَ جَارِیَة۔))[2]

عبد الجلیل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھا، اس نے کہا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حاضر تھا جب اُن سے خنثی (یعنی ایسا شخص جس میں مرد و عورت دونوں کی علامات ہوں) کے بارے میں سوال کیا گیا۔
حضرت علیؓ نے حاضرین سے پوچھا (کہ تمھاری کیا رائے ہے)، مگر وہ لوگ کوئی جواب نہ دے سکے۔
تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اگر وہ پیشاب عضوِ تناسل (یعنی مردانہ راستے) سے کرتا ہے تو وہ لڑکا ہے، اور اگر وہ پیشاب فرج (یعنی زنانہ راستے) سے کرتا ہے تو وہ لڑکی ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن سورہ ترمذی، الجامع (سنن ترمذی)، کتاب الحدود، باب: ماجاء في کراھیة الشفاعة في الحد، ح:1462، تحقیق: شیخ البانی، ناشر: دار السلام، ریاض، سعودی عرب

[2] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب: الوراثت، ح:12520، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، جلد 12، صفحہ 130، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان۔

((عَن قَتادَة قَالَ سُجِنَ جَابِرُبنُ زَيد زَمَنَ الحَجاجِ فَارسَلُوا اِلَی يَسأَلُونَعَنِ الخُنثیٰ كَيفَ يُوَرَثُ فَقالَ: تَسجِنُونِي وَ تَستَفتُونِي ثُم قَالَ: انظُرُوا مِن حَيثُ يَبُولُ فَوَرِث مِن قَالَ قَتادَة فَذَكَرتُ ذٰالِكَ لِسَعِيدِ بنِ المسَيِب قَالَ فَاِن بَالَ مِن همَا جَمِيعا قُلتُلاَ اَدرِی فَقالَ سَعِيد يُوَرَثُ مِن حَيثُ يَسبِق-[1]))

"حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جابر بن زیدؒ کو حجاج کے زمانہ میں مصیبت میں مبتلا کیا گیا، پھر انہوں نے جابر سے مخنث کی میراث کے بارے میں سوال کیا؟ جابرؒ نے کہا، مجھے تکلیف دیتے ہو، پھر فتویٰ بھی مانگتے ہو۔ پھر کہا، جہاں سے وہ پیشاب کرتا ہے وہاں سے اندازہ لگا کر اس کو وارث بنادو۔ قتادہؒ کہتے ہیں، میں نے یہ سعید بن مسیبؒ کے سامنے بیان کیا، انہوں نے کہا، اگر دونوں سے پیشاب کرے؟ میں نے کہا، میں نہیں جانتا۔ سعیدؒ نے کہا جہاں سے سبقت لے جائے گا وہاں کے مطابق وارث بنادیا جائے گا"۔

مذکورہ حقائق و معلومات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مخنثین کی صنفی شناخت کو صرف مرد یا عورت کے دائرے میں ہی تسلیم کیا گیا ہے، تیسری جنس کا کوئی واضح تصور شریعت میں موجود نہیں۔ فقہاء نے مخنث کے احکام کو اس کی جسمانی کیفیت کے مطابق مرد یا عورت میں شمار کیا ہے، جیسا کہ حضرت علیؓ کا فتویٰ اس بات کی وضاحت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مخنث افراد کے سماجی رویے اور خواتین سے تعلق کے حوالے سے احتیاط برتی گئی، اور اگر کسی میں شہوت کا پہلو ظاہر ہوتا تو اسے خواتین سے پردے میں رکھا جاتا۔ ٹرانس جینڈر جیسی اصطلاح جدید تصور ہے، جو خود ساختہ صنفی تبدیلی پر مبنی ہے، جبکہ اسلام میں پیدائشی صنف کو بنیاد بنا کر احکام مرتب کیے جاتے ہیں۔ اس لیے شریعت میں مخنثین کے لیے واضح اصول موجود ہیں، بشرطیکہ ان کی جسمانی حالت کی درست تشخیص کی جائے۔

ہیجڑا

ہیجڑا، عربی لفظ ہجر سے نکلا ہے۔ یعنی ایسا شخص جو اپنے قبیلے کو چھوڑ دے، عورت جیسا حلیہ بنائے اور ان ہی جیسی زندگی گزارنا پسند کرتا ہو۔ جامعات اللغات میں ہیجڑے کے معنی اس طرح بیان ہوئے ہیں۔ ا۔ وہ شخص جس کے خصیے (آلہ تناسل) کاٹ دیا گیا ہو۔

۲۔ نامرد، زنخا،زنانہ

[1] البیھقي، أحمد بن الحسین. السنن الکبری. ،کتاب الفرائض (الوراثة)، حدیث رقم: 12521، ج 6، ص 247 بیروت: دار الکتب العلمیة، 2003

۳-نامرد، بزدل است[1]

جبکہ فرہنگ آصفیہ میں ہیجڑے کے معنی بیان ہوئے ہیں۔

ا۔ خصی، فوطے نکالا ہوا شخص، عربی (محبوب)

۲۔ نامرد، زنانہ، بودا، ست

۳۔ خوجہ، خواجہ سرا، نپنسک

ہیجڑا بمعنی نامرد لغوی معنی: صاحب خانہ - اصطلاحی معنی ہیں گھر رکھنے والا۔ جبکہ مجازی معنی کے مطابق، وہ عضو بریدہ شخص بادشاہوں کے محل سراؤں میں بطور دربان یا چوب دار حاضر باش رہتے اور احکام رسانی کی خدمت بجالاتے تھے۔ اصل میں یہ لفظ ہیز تھا۔ اس میں رائے مثقلہ جو ہندی میں علامت (تصغیر) یا (تحقیر) ہے، لگا کر اسے ہیجڑا کر لیا ہے۔ جس طرح قصاب کو قصابڑا، نائی کو (ناوڑا) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہیز، کو (ہیزڑا) کر دیا۔ جو بعد ازاں لفظ ہیجڑا میں بدل گیا۔[2]

اردو لغت بورڈ کراچی کے مطابق:

ا۔ ہیجڑا وہ چوپایہ ہے جس کے خصیے نکال دیئے گئے ہوں یا مسل کر بے کار کر دیئے گئے ہوں۔

۲۔ خواجہ سرا۔ حرم سرا کا خادم۔ جو عموماً خصی ہوا کرتا تھا۔

۳۔ نامرد[3]

"ہیجڑا" ایک ایسا لفظ ہے جو برصغیر کی ثقافت اور زبان میں ایک مخصوص صنفی شناخت رکھنے والے افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لغوی اور سماجی لحاظ سے اس کا مفہوم کافی گہرا اور تہہ دار ہے۔ لفظ "ہیجڑا" اردو میں عموماً ایسے افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے جو پیدائشی طور پر مرد یا عورت کی مکمل جسمانی ساخت نہیں رکھتے یا جن کی صنفی شناخت (gender identity) روایتی مرد و عورت

---

[1] خواجہ عبد الحمید، جامع الفات، ج ۲، حرف خ

[2] فرہنگ آصفیہ، مولوی میر احمد دہلوی، حرف خ

[3] اردو لغت، تاریخی اصول، اردو لغت بورڈ، کراچی، ج ا، حرف خ

کے خانے میں پوری طرح فٹ نہیں ہوتی۔ یہ افراد خود کو نہ مکمل مرد سمجھتے ہیں نہ عورت، بلکہ ایک الگ صنف کے طور پر اپنی شناخت رکھتے ہیں۔

برصغیر کی تاریخ میں "ہیجڑے" یا "خواجہ سرا" ایک تسلیم شدہ سماجی گروہ رہے ہیں۔ مغلیہ دور میں ان کو دربار اور محل میں عزت دی جاتی تھی، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کا معاشرتی مقام زوال کا شکار ہوا، اور آج انہیں اکثر امتیازی سلوک، حقارت اور محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر وسیم عالم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"ہیجڑا ایک ایسی صنف ہے جو نہ صرف جسمانی بلکہ نفسیاتی اور سماجی سطح پر ایک الگ شناخت رکھتی ہے، اور جس کا مطالعہ ہمیں معاشرتی تعصبات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔"[1]

چونکہ لفظ "ہیجڑا" برصغیر کی تہذیب میں ایک تہہ دار اور پیچیدہ صنفی شناخت کی عکاسی کرتا ہے، جس کا لغوی مطلب نامرد یا خواجہ سرا ہے، اور تاریخی طور پر یہ محل سرا کے دربان یا خادم کے طور پر جانے جاتے تھے۔ اس اصطلاح کا استعمال وقت کے ساتھ ساتھ تحقیر آمیز پہلو اختیار کر گیا، حالانکہ ماضی میں ہیجڑے ایک باعزت مقام کے حامل تھے، خصوصاً مغلیہ دربار میں۔ لغات اور فرہنگوں میں اس لفظ کے مختلف معنوی پہلو اس کے معاشرتی مقام کی عکاسی کرتے ہیں۔ جدید سماجی تناظر میں یہ افراد جسمانی، نفسیاتی اور معاشرتی طور پر ایک منفرد صنف کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں آج کے دور میں شدید امتیاز اور محرومیوں کا سامنا ہے۔ ڈاکٹر وسیم عالم کی تحقیق اس پہلو کو واضح کرتی ہے کہ ہیجڑے صرف ایک طبی یا جسمانی مسئلہ نہیں، بلکہ ایک سماجی شناخت بھی رکھتے ہیں، جسے عزت اور فہم کی ضرورت ہے۔

---

[1] وسیم عالم، خواجہ سرا ایک سماجی مطالعہ، کراچی شعبہ عمرانیات، جامعہ کراچی 2015

خواجہ سرا(Eunuch)

خواجہ سرایایونخ(Eunuch)اصل میں مرد ہوتا ہے جس کا جنسی عضو کاٹ لیا گیا ہو اور یا اسے خصی کیا گیا ہو۔ مخنث کے احساسات مردوں ہی کے ہوتے ہیں، اُس پر مردوں کے احکام ہی کا اطلاق ہوتا ہے خواہ خصی ہونے یا خصی کیے جانے کی بنا پر وہ جنسی عمل سے معذور ہوں۔ خصی کو یونخ(Eunuch) کہا گیا ہے یعنی وہ مرد ہوتا ہے جس کے خصیے نکال دیے گئے ہوں۔[1]

خواجہ سرا کو خصی غلام کے لئے اعزازی لقب(Title for a slave eunuch) بھی کہا ہے۔ یہ شہنشاہوں کے زنانہ محل کی رکھوالی بھی کرتے تھے اور شہنشاہوں کے زنانہ محل میں آنے جانے کی بھی اجازت ہوتی تھی۔ ان کو محلی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

Cis gender۔ سس جینڈر

سس جینڈر(Cis gender) سے مراد وہ افراد ہیں جو پیدائشی طور پر اور جسمانی طور پر مکمل مرد یا عورت پیدا ہوئے ہیں اور اپنی اس صنفی شناخت پر راضی ہوتے ہیں۔ جیسے ہم اور آپ لوگ اپنی پیدائشی صنف پر خوش اور مطمئن ہیں۔

خنثی(Inter sex)

خنثی یا(Inter sex) سے مراد وہ شخص ہیں جس میں مرد اور عورت دونوں کی جنسی علامات پیدائشی طور پر پائی جاتی ہیں یعنی اُس کی جنس یعنی صنف میں ابہام پایا جاتا ہو۔ ڈاکٹر جویریہ سعید کے مطابق ایسے افراد جو پیدائشی طور پر کسی ابنارمیلیٹی کی وجہ سے صنفی ابہام کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو ہرمافروڈائٹ یا انٹر سیکس کہا جاتا ہے۔[2] خنثی یا انٹر سکس کوئی مستقل صنف نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے صنف کے تعین میں اشتباہ ہوتا ہے، ظاہری جسمانی علامات یا اندرونی تولیدی نظام کی بنا پر اسے مرد یا عورت قرار دیا جاتا ہے۔[3] خنثی کو ہرماروڈائٹ(Hermaphrodite) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایسا فرد ہوتا ہے جس میں پیدائشی طور پر مرد و عورت دونوں

---

[1] پروفیسر محمد مشتاق احمد، مخنثین اشخاص کے حقوق کے تحفظ کا قانون ایک تجزیاتی مطالعہ (اسلام آباد مجلہ تعلیم و تحقیق 2022) ص 25

[2] جویریہ سعید، ٹرانس ہیں کون؟(سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2021) صفحہ 55

[3] پروفیسر محمد مشتاق احمد، ٹرانسجینڈر اشخاص کی حقوق کے تحفظ کا قانون: ایک تجزیتی مطالعہ (اسلام آباد: مجلہ تعلیم التحقیق، 2022)، 25، 4

کے تناسلی آلات ہوں۔[1] خنثیٰ کی پھر دو اقسام ہیں یعنی خنثیٰ مشکل اور خنثیٰ غیر مشکل۔ علماء کرام اور محققین نے اپنے اپنے مقالات میں اس حوالے سے احکام و مسائل کے بھی خوب تذکرے کیے ہیں۔

مخنث/Effeminate

صنفی اختلال کی دو صورتیں ہیں: حقیقی یا پیدائشی اور نفسیاتی یا اختیاری۔ پہلے کو صحابہ کرام اور فقہاے اسلام نے خنثیٰ (InterSex) کہا ہے (احادیث میں اس پر مخنث کا لفظ بھی بولا گیا جو بہت نادر ہے) جبکہ دوسرے کو نبی کریم ﷺ نے مخنث کا نام دیا ہے۔ ان دونوں پر مغرب میں ٹرانس جینڈر کا لفظ بولا جاتا ہے، جس میں زیادہ تر دوسری قسم کے افراد ہیں۔ گویا خنثیٰ معذور ہے اور مخنث مرضی سے زنانہ بننے والے فرد کو کہتے ہیں۔ اُردو زبان میں بھی مخنث کا لفظ دونوں صورتوں پر بولا جاتا ہے۔ الفاظ کے اشتراک سے معانی اور احکام میں بہت کی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں۔

امام یحیی بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْخواجه سرا ضَرْبَانِ:

أَحَدُهُمَا: مَنْ خُلِقَ كَذَلِكَ، وَلَمْ يَتَكَلَّفِ التَّخَلُّقَ بِأَخْلَاقِ النِّسَاءِ وَزِيهِنَّ، وَكَلَامِهِنَّ وَحَرَكَاتِهِنَّ بَلْ هُوَ خِلْقَةٌ خَلَقَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا فَهَذَا لَا ذَمَّ عَلَيْهِ وَلَا عَيبَ، وَلَا إِثْمَ وَلَا عُقُوبَةَ، لِأَنَّهُ مَعْذُورٌ لَا صُنْعَ لَهُ فِي ذَلِكَ وَلِهَذَا لَمْ يُنْكِرِ النَّبِيُّ أَوَّلًا دُخُولَهُ عَلَى النِّسَاءِ، وَلَا خَلْقَهُ الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ حِينَ كَانَ مِنْ أَصْلِ خِلْقَتِهِ، وَإِنَّمَا أَنْكَرَ عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ مَعْرِفَتَهُ لِأَوْصَافِ النِّسَاءِ، وَلَمْ يُنْكِرْ صِفَتَهُ وَكَوْنَهُمخنثا.

الضَّرْبُ الثَّانِي مِنَ الْخواج سرا : هُوَ مَنْ لَمْ يَكُن لَهُ ذَلِكَ خِلْقَةٌ، بَلْ يَتَكَلَّفُ أَخْلَاقَ النِّسَاءِ وَحَرَكَاتِهِنَّ وَهَيْئَاتِهِنَّ وَكَلَامَهُنَّ، وَيَتَزَيَّا بِزِيهِنَّ، فَهَذَا هُوَ الْمَذْمُومُ الَّذِي جَاءَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ لَعْنُهُ، وَهُوَ بِمَعْنَى

[1] شجاع الدین، ٹرانس جینڈرازم پر ایک نظر، محدث (شمار،392 جنوری 2023) جلد54/ ص38

الْحَدِيثِ الْآخَرِ لَعَنَ اللهُ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَأَمَّا الضَّرْبُ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ بِمَلْعُونٍ، وَلَوْ كَانَ مَلْعُونًا لَمَا أَقَرَّهُ أَوَّلًا. وَاللَّهُ أَعْلَمُ .[1]

"علما کہتے ہیں کہ مخنث کی دو قسمیں ہیں: پہلا جو پیدائشی ہو اور عورتوں کی عادات، اطوار، گفتگو اور حرکات کو اپنی مرضی سے اختیار نہ کرے، بلکہ اللہ تعالی نے اسے ایسے ہی پیدا فرمایا ہے تو ایسے فرد پر کوئی مذمت، عیب اور کوئی گناہ و مزا نہیں کیونکہ وہ معذور ہے جس میں اس کا کوئی کردار نہیں۔ اسی بنا پر نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کو پہلے پہل عورتوں کے پاس آنے سے منع نہیں کیا، اور نہ ہی اس خلقت پر کوئی اعتراض کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا تھا۔ تاہم جب اس نے عورتوں کے اوصاف بیان کیے تو آپ نے اس امر کو ناپسند تو کیا، لیکن اس کے مخنث ہونے اور اس کی خلقت کو برا نہیں کہا۔

اور دوسرا وہ مخنث ہے جس میں یہ مسائل پیدائشی نہیں، بلکہ وہ تکلف سے عورتوں کی عادات، حرکات و سکنات اور گفتگو، اطوار اختیار کرے تو یہ وہ مذموم شخص ہے جس پر صحیح احادیث میں نبی کریم ﷺ نے لعنت کی ہے۔ اسی مفہوم کی دوسری حدیث یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت کریں اور ایسے مردوں پر لعنت کی جو عورتوں سے مشابہت کریں۔ مخنث کی پہلی قسم ملعون نہیں، اگر ایسے ہوتا تو آپ اس کو پہلے خواتین کے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے"۔

اسلامی فلسفہ جنس کی وضاحت کے بعد ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ اللہ پاک صرف مرد و عورت کو قرآن میں مخاطب فرمارہے ہیں اور اگر کوئی شخص پیدائشی طور پر مرد و عورت کے نارمل خدوخال کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا تو اس کے لیے اسلام میں کیا حکم ہے؟ ایسے افراد جن کے مرد یا عورت ہونے کا پتہ نہ چلے یعنی یا تو وہ مرد اور عورت دونوں کی شرمگاہ رکھتا ہو یا کچھ بھی نہیں رکھتا۔ ایسے افراد کو مخنث یا خنثی غیر مشکل کہا جاتا ہے۔[2] سلامی قوانین مرد اور عورت کی طرح خنثی کو بھی تمام حقوق اور احکامات کی انجام دہی کے لئے اصول و ضوابط مہیا کرتا ہے۔ ان اصولوں میں سب سے اول ان کی ظاہری وضع کے مطابق ان کے حقوق کا تعین ہے۔ جس کے لئے فقہا اکرام آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

---

[1] النووي، يحيى بن شرف. شرح صحيح مسلم. بيروت: دار إحياء التراث العربي، ج 14، ص 163۔

[2] امام برہان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر المرغینانیؒ (متوفی 593ھ)، الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، گارڈن ایسٹ، کراچی، 1417ھ پاکستان، ج4، جزء8، ص343

((فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَعَاءَهَا وَوِكَاءَهَا فَلْيُعْطِهَا إِيَّاهُ))"

"اگر اس کا مالک آجائے اور وہ اس کی تھیلی (عِفَاصَهَا)، اس کے اندر کی چیز (عَاءَهَا) اور اس کا بند (وِكَاءَهَا) پہچان لے، تو اسے واپس کر دینا چاہیے۔[1]"

فقہا اس حدیث میں اور خنثی میں مطابقت پیدا کرتے ہیں۔ کہ کسی گمشدہ چیز کا مالک اپنی شے کی علامات بتا کر اسے حاصل کر لیتا ہے اس طرح خنثی میں مرد و عورت میں سے جس کی علامات ظاہر ہوں گی اس پر اس کے حکم کا اطلاق ہو گا۔ یعنی اگر خنثی کی داڑھی آ جائے اور اس کی آواز بھاری ہو جائے تو اس کے حقوق پر لاگو ہونے والے تمام احکام مردوں والے ہوں گے۔ اور اگر اسے حیض آنے لگیں تو اسے عورتوں کی طرح حقوق و احکامات تجویز کئے جائیں۔

[1] امام این حسین احمد بن محمد بن احمد البغدادی القدوری رحمہ اللہ التوف 428ھ، محضر القدوری، 1435ھ / 2014ء مکتبہ بشری کراتی، پاکستان، کتاب الحقش، ص:544-545-

مبحث دوم: مخنثین سے متعلق جدید اصلاحات

عصر حاضر میں +LGBTQ یا LGBTPPIP2A اور اس طرح کے دیگر ناموں سے دنیا بھر میں تحریکیں موجود ہیں جس کے مطابق ہر شخص کو آزادی اظہار کی طرح سے آزادانہ جنسی تعلقات کے حوالہ سے بھی آزادیاں حاصل ہیں جن میں سب سے زیادہ دو نہایت اہم پہلو ہیں، پہلی آزادی یہ کہ کوئی بھی شخص چاہے وہ مرد ہے، عورت ہے یا تیسری جنس (خواجہ سرا)، بغیر کسی طبی وجہ کے اپنی جنس تبدیل کرانا چاہتا ہے تو وہ قانونی طور پر بغیر کسی میڈیکل کے جنس تبدیل کرا سکتا ہے۔ ایک مرد محض ایک درخواست دے کر اپنی شناخت تبدیل کرا کے عورتوں والے حقوق حاصل کر سکتا ہے، یوں معاشرے کے افراد کو اس مرد کو عورت ہی سمجھنا پڑے گا اور اس مرد کو قانونی طور پر عورت کے حقوق حاصل ہوں گے۔ اسی طرح ایک عورت بھی بغیر کسی میڈیکل کے محض ایک درخواست دے کر اپنی جنس تبدیل کرا سکتی ہے، یوں وہ قانونی طور پر مردوں کے حقوق حاصل کر سکتی ہے۔ نیز یہ کہ ایک مرتبہ قانونی طور پر جنس تبدیل ہو جانے کے بعد بھی انہیں جب کبھی اپنے جنسی احساسات میں تبدیلی کا احساس ہو تو وہ قانونی طور پر اپنی جنس کو تبدیل کرا سکتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں جنس کا تعلق جسمانی اعضاء کی بجائے احساسات سے ہے۔ جنسی تعلقات کے حوالہ سے دوسری بڑی آزادی یہ کہ ہر مرد یا عورت کو یہ آزادی بھی حاصل ہے کہ کوئی مرد چاہے تو کسی دوسرے مرد سے جنسی تعلقات رکھے اور کوئی عورت چاہے تو دوسری عورت سے جنسی تعلقات رکھ سکتی ہے اور ریاست کو ایسے لوگوں کو تحفظ دینا چاہیئے۔ +LGBTQ میں L سے مراد Lesbian ہے جس کے معنی وہ عورت ہے جو دوسری عورت یا عورتوں سے جنسی تعلق رکھتی ہو، G سے مراد Gay ہے جس کے معنی ایسا مرد ہے جو دوسرے مرد یا مردوں سے جنسی تعلق رکھتا ہو۔ B سے مراد Bisexual ہے جس کے معنی ہم جنس پرست یعنی اپنی ہی جنس سے یا مخالف جنس، دونوں ہی جنسوں سے آزادانہ جنسی تعلقات رکھنے والے لوگ ہیں، T سے مراد Transgender ہے جس کے معنی مخنث افراد کا آزادانہ جنسی تعلق رکھنا ہے۔ Q سے مراد Queer or Questioning ہے جس کے معنی ہر طرح کے آزاد جنسی تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، + سے مراد ہم جنس، مخالف جنس یا دونوں جنسوں میں آزادانہ جنسی تعلق رکھنے والے دیگر لوگ ہیں۔[1] المختصر یہ وہ لوگ ہیں جو ہم جنس پرستی، مخالف جنس پرستی، محرمات (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) یا جانوروں سے جنس پرستی، اعضائے مخصوصہ کے علاوہ دیگر اعضاء مثلاً منہ اور گردن کا جنسی استعمال وغیرہ کی آزادی چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر طرح کی جنسی آزادی کے حوالہ سے کوئی قانون ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

---

[1] Joshua G & Others, An Exploration of LGBTQ+, Utah State University, Sag Publishers, 2020, p.03.

تاریخ حقائق سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ایل۔جی۔بی۔ٹی۔کیو پلس کا کوئی ایک بانی نہیں ہے بلکہ اس کا وجود مختلف ادوار میں ہم جنس پرست لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ رہا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بیسویں صدی کے وسط تک ہم جنس پرستی بہت سے ممالک میں نہ صرف غیر قانونی عمل تصور کیا جاتا تھا بلکہ اس عمل کے اندر لوگوں کو سخت سزاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔1952 میں ماہر نفسیات ہم جنس پرستی کو نہ صرف ایک نفسیاتی بیماری (سوشیو پیتھک ڈسٹر بنس) قرار دیا۔

بلکہ 1968 میں ہم جنس پرستی کو سیکسول ڈیوی ایشن (جنسی انحراف) میں درج کیا جانے لگا۔ ہم جنس پرستی کو دماغی خلل تصور کیا جاتا جس کا علاج ماہر نفسیات اور مختلف ادویات کی مدد سے کیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ 1973 تک جاری رہا جب دسمبر 1973 کو امریکن سائیمیٹرک ایسوسی ایشن نے دایگنوسٹک اینڈ سٹیٹسٹک مینول اوف مینٹل ہیلتھ کے تیسرے ایڈیشن میں ہم جنس پرستی کو دماغی خلل سے خارج کر دیا۔ جس کی واحد وجہ 1969 میں ہم جنس پرستوں (لیسبین اور گیز) اور اس وقت کے انسانی حقوق کے علم برداروں کی تنظیموں کا امریکن سائنگیٹرک ایسوسی ایشن پر زیادہ دباؤ تھا کہ ہم جنس پرستی کو دماغی خلل اور بیماری سے خارج کیا جائے۔[1] پس ہم جنس پرستوں کی منظم تحریک کا آغاز 1969 سے ہوا اور اس تنظیم سے جو لوگ منسلک ہوئے وہ ایل جی۔بی۔ٹی۔کیو کے مخفف سے خود کو متعارف کروانے لگے۔[2]

1۔پہلی قسم میں ایسے مرد اور عورت جو جسمانی طور پر مکمل اعضا رکھتے ہیں مگر کسی نفسیاتی الجھن کا شکار ہیں۔ اور اپنی جنس کو بدلنا چاہتے ہیں۔ یہ مخنث قسم اول" کی تعریف کے مطابق ہے۔ یعنی ایسے افراد جو ہیں تو مکمل مگر پیدائشی طور پر ہی ان میں صنف مخالف جیسی عادات و سکنات پائی جاتی ہیں۔ مزکورہ بالا ناموں میں سے درج ذیل نام انگریزی زبان میں ایسے افراد کے لئے مخصوص ہیں۔

LadyBoy-1

Transgender-2

Transsexual-3

Transman-4

Trans Women.5

MTF/FTM

[1] -Samuel Neil Rees, The Lesbian, Gay, Bisexual and Transgender (LGBT) community's mental health care needs: An integrative literature review, Masters of Health Sciences for Nursing - Clinical, University of Otago, 2018, p.4.

[2] Kevin Le. PharmD, BCPS, BCPPS. Review by Alyssa Billingsley, Pharm." What Does the Full LGBTQIA+ Acronym Stands For?". October 19,2022. https://www.goodrx.com/health-topic/lgbtq/meaning-of-lgbtqia.

Lady Boy

ایک اصطلاح ہے جو عام طور پر تھائی لینڈ میں استعمال ہوتی ہے اور خاص طور پر ایسی مخنث یا ٹرانسجینڈر خواتین کو بیان کرتی ہے جو اپنی صنف مرد کے طور پر پیدا ہوئیں لیکن اپنی شناخت خواتین کے طور پر کرتی ہیں۔ اردو میں، اس کا مطلب "خواجہ سرا" یا "ٹرانس جینڈر خاتون" لیا جاسکتا ہے، تاہم یہ ضروری ہے کہ مقامی ثقافت اور زبان کے لحاظ سے اس اصطلاح کا استعمال حساسیت کے ساتھ کیا جائے۔

Transgender

یہ اصطلاح اپنے اندر مختلف اصطلاحات پیدہ کرتی ہیے۔اس لفظ کو سب سے پہلے Prince Virgina نے استعمال کیا جو کہ تحریک کا بانی تھا۔ جبکہ Wikipedia کے مطابق یہ اصطلاح 1970ء میں امریکہ میں استعمال ہوئی۔[1] یہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو خود کو دونوں جنس یعنی مرد یا عورت کے درمیان کی جنس سمجھتے ہیں مگر اپنی جنس کو تبدیل کرنے کے لئے کسی قسم کے طبی عمل سے گزرنے کی خواہش نہیں رکھتے۔ یا وہ انسان جو خود کو اپنی پیدائش کے وقت کی صنف سے الٹ تصور کرلے۔ ان کو Non-OP-transsexuals بھی کہا جاتا ہے یعنی جو اپنی جنس کے مخالف جنس جیسا محسوس تو کرتا ہے مگر کسی قسم کے آپریشن سے گزرنا نہیں چاہتا۔ Feinberg

ٹرانس سیکشول(Transsexual)

ٹرانس سیکشول جس کا جنسی شناخت یا جنس کی پہچان، اُس کے پیدائشی جنس سے مختلف ہوتی ہے، اور وہ اپنی جسمانی خصوصیات کو تبدیل کرنے کے لیے طبی طریقوں (جیسے کہ ہارمونل علاج یا سرجری) کا انتخاب کرتا ہے تاکہ وہ اپنی جنسی شناخت کے مطابق ہو سکے۔ یہ وہ انسان ہے جو اپنی پیدائش کے برعکس جنس حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ مثلاً مرد ہے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ اصل میں وہ مرد کے قالب میں عورت ہے اور عورت یہ سوچتی ہے کہ عورت کے جسم میں مرد کی روح ہے۔ اس بناپر وہ اپنی جنس بدلنا چاہتا ہے۔ اس حالت میں انسان بذریعہ سرجری یا کسی بھی دوسرے طریقہ علاج سے جنس میں تبدیلی چاہتا ہے۔ انسان اگر مرد ہے تو وہ یہ سوچے گا کہ اصل میں وہ عورت ہی تھی، مگر بچپن میں محض مردانہ نظام تناسل ہونے کی بناپر اسے مرد کی طرح پالا گیا۔ اب وہ اپنی جسم کو اپنی خواہش کے مطابق بدلنا چاہتا ہے۔[2]

---

[1] http:/ /web4health .info/ en/ answer/sex-gender-what.htm02-05- 2012
[2] http://web4health.info/en/answer/sex-gender-what.htm

اس مقصد کے لئے یہ لوگ ہارمون کی تبدیلی یا آپریشن جیسے مراحل سے گزارتے ہیں۔ مرد عورتوں جیسی جسمانی خصوصیات حاصل کرکے، مردانہ خصوصیات کو ختم کراتے ہیں۔ اور عورتیں اس کے برعکس مردانہ خصوصیات حاصل کرتے ہیں، جو کہ مصنوعی ہی ہو سکتی ہیں۔

Trans Woman or Transman

اس وقت استعمال کرتے ہیں جب ایک Transsexual خود کو دوسری جنس میں بدلنے کے لئے کوئی آپریشن یا علاج کروا چکا ہو۔ یعنی وہ مرد جو خود کو عورت سمجھے اور اس کے علاج کروا کے جنس بدل چکا ہو وہ Trans Woman یا MTF کہلائے گا اور صورت اگر خود کو مرد سمجھ کر ہارمون کی تبدیلی یا سرجری کے عمل سے گزر چکی ہو وہ Transman یا FTM کہلائے گا۔[1] یہ تینوں اصطلاحات مخنث قسم اول کی تعریف کے عین مطابق ہیں۔

2۔ دوسری قسم کے افراد وہ ہیں جو مکمل مرد اور عورت ہی ہیں اور ان میں پیدائشی لحاظ سے کوئی نقص یا صنف مخالف جیسی کوئی عادت بھی نہیں، مگر وہ جان بوجھ کر اور شوقیہ طور پر خود کو جنس مخالف سا بناتے ہیں اور ان جیسی طرز زندگی اپناتے ہیں۔ یہ مخنث قسم ثانی کی تعریف کے عین مطابق ہیں۔ ان کو بھی ہم دو اقسام میں منقسم کر سکتے ہیں۔

ا۔ ایک تو وہ افراد جو محض دلی تسکین، شہرت یا اپنے کاروبار کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اور صنف مخالف کا سا بہروپ اختیار کر کے پیسہ کماتے ہیں۔ جیسے ڈراموں یا فلموں میں مرد عورت کا روپ بھرتے ہیں یا عورتیں مردوں کا۔ ان کے لئے انگریزی زبان میں درج ذیل نام ہیں۔

1. Cross Dresser ایسا شخص جو عموماً اپنے جنس کے مروجہ لباس کے بجائے دوسرے جنس کا لباس پہنتا ہو۔ یہ عمل مختلف وجوہات کے تحت ہو سکتا ہے، جیسے ذاتی اظہار، تفریح، یا آرٹ۔ یہ ضروری نہیں کہ کراس ڈریسنگ فرد کی جنسی رجحان یا صنفی شناخت کو ظاہر کرے۔

2– drag Queen جب مرد فن کے مظاہرے کے لئے عورت کا حلیہ بنائے۔

---

[1] [1] http://web4health.info/en/answer/sex-gender-what.htm

Drag King-3 صورت فن کے مظاہرے کے لئے مرد کا حلیہ بنائے۔

ایسے افراد جسمانی اور ذہنی ہر لحاظ سے تندرست ہوتے ہیں۔ عام افراد کی طرح ہی زندگی گزارتے ہیں۔ روپ اختیار کرنے کا فعل صرف ان کے لئے شوق یا ملازمت کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ وہ نہ ہی ہمہ وقت صنف مخالف میں رہنا پسند کرتے ہیں نہ اپنی جنس چھوڑنا چاہتے ہیں۔

2۔ دوسرے افراد وہ ہیں جو مکمل مرد اور عورت ہیں مگر جنسی کشش یا نفسیاتی الجھن کی بنا پر اپنی ہی صنف کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔ ان کو صنف مخالف میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ خود کو صنف مخالف سمجھ کر، اپنی ہی صنف کی طرف جنسیکشش محسوس کرتے ہیں۔ یعنی کہ ایک مرد جو مکمل جسمانی مرد ہے مگر وہ عورت جیسا بنا اور رکھنا چاہتا ہے۔ اس بنا پر وہ عورت کے بجائے مرد میں ہی جنسی کشش پاتا ہے کیونکہ وہ خود کو عورت تصور کر رہا ہے۔ ایسے افراد کے لئے انگریزی زبان میں درج ذیل نام ہیں۔

Gay-1 وہ مرد جو مرد میں جنسی کشش پائے۔

Lesbians-2 وہ عورت جو عورت میں جنسی کشش پائے۔

دونوں اقسام کی تعریف جاننے کے بعد علم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کے افراد در اصل ففٹی نہیں ہوتے اور یہ مخنث کی بھی اس قسم میں شامل ہیں جن کیلئے احادیث میں لعنت وارد ہوئی ہے۔ ایسے افراد کو Homosexuals' یا ہم جنس پرست کہا جاتا ہے۔ اور یہ Gender Queen بھی کہلاتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں اقسام مخنث قسم اول اور مخنث قسم ثانی میں شمار کی جائیں گی مگر یہ اصل ہیجڑا یا خنثیٰ نہیں کہلائے جاسکتے (ان کے لئے ایک اور نام Lady Boy بھی استعمال ہوتا ہے۔ دراصل ایسے افراد ہیں جو عورتوں کا سا لباس زیب تن کرتے ہیں اور ہم جنس پرستی میں ملوث ہوتے ہیں۔ Thailand کے Transsexuals کو Lady boy کہا جاتا ہے۔[1]

3- تیسری قسم کے افراد ہی جو لفظ مخنث کی تعریف پر پورا اترتے ہیں۔ ان کے لئے انگریزی زبان میں درج ذیل نام ہیں۔

Eunuch.1

Hermaphrodite.2

---

[1] http://www.urbandictionary.com/define.php?term=ladyboy

Eunuch

یہ لفظ یونانی لفظ Eunuchs سے لیا گیا ہے جس سے مراد عورتوں کی حفاظت کرنے والا مرد جس کو قدیم دور میں حرم میں اس کام کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔[1] Eunuch اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کا آلہ تناسل کام نہ کر رہا ہو۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں.

یا تو وہ پیدائشی طور پر ہی اس سے محروم ہو۔

یا اس کا آلہ تناسل کسی وجہ سے بنا دیا گیا ہو۔

قدیم روم میں سزا دینے کیلئے مردوں کو آلہ تناسل سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ چین میں شاہی ملازمت حاصل کرنے کے لئے لوگ اپنے کم عمر بچوں کو عمل جراحت سے گزار کہ آلہ تناسل سے محروم کر دیتے تھے۔ Dr. Rober Gagnon کے مطابق قدیم زمانے میں ایسے لوگ زیادہ تر ہم جنس پرست ہو جاتے تھے۔ چین میں بادشاہ Shang King کے دور میں جنگی قیدیوں کو بھی بطور سزا تیز چاقو سے ذکر اور فوطوں Tests and Penis سے محروم کر دیا جاتا تھا۔[2] دوسری طرف ایسے لوگ محلات میں عورتوں کی حفاظت اور بادشاہ کی خدمت کیلئے زیادہ موزوں تصور کئے جاتے تھے کیونکہ یہ لوگ انتہائی وفادار ثابت ہوتے تھے۔ اس لئے غریب لوگ اپنے بچوں کو خود Eunuch بنا دیتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کو مغلوں نے مخنث کا لقب دے رکھا تھا۔ جس مرد کو عورتوں میں نہ ہی کوئی کشش محسوس ہو اور نہ ہی وہ خود کو شادی کے قابل تصور کرتا ہو وہ بھی Eunuch کہلاتا ہے۔ مردوں اور بچوں کو خصی کرنے کا سلسلہ ہزاروں سال پرانا ہے۔ غلاموں کو خصی کر کے فروخت کیا جاتا تھا، ان کی تجارت بڑے پیمانے پر ہوتی تھی۔ بعض غلاموں کے صرف خصیے نکال دیے جاتے تھے، بعض کو خصی کرنے کے ساتھ مجبوب (مقطوع الذکر) بھی کر دیا جاتا تھا۔ غلام ہو یا آزاد کسی کو بطور سزا خصی کر دیا گیا۔ ہو یا کوئی فرد کسی حادثے کے سبب خصی ہو گیا ہو سب پر خصی ہی کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہزاروں سال سے اب تک ایسے افراد کو جنسی لحاظ سے مردوں ہی میں شامل رکھا گیا ہے اور خصی افراد بھی خود کو مرد ہی بتاتے آئے ہیں۔[3]

[1] http://www.thefredictionary.com/eunuch
[2] http://www.en.wikipedia.org/wiki/eunuch
[3] شجاع الدین، ٹرانس جینڈر ازم پر ایک نظر، شجاع الدین، محدث (شمار، 392 جنواری 2023) جلد 54 / ص 7

یادہ شخص جو خدا کی بہتر خدمت کے لئے خود کو وقف کر دے اور شادی کا جھنجھٹ نہ پالے وہ بھی Eunuch کہلاتا ہے۔ پہلے وقتوں میں بعض مذہبی لوگ خود کو Eunuch بنالیتے تھے تاکہ جنس ان کی عبادت وریاضت میں مخل نہ ہو۔

گویا Eunuch سے مراد وہ انسان ہے جو عضو تناسل سے محروم ہو، چاہے اس کی کوئی بھی وجہ یا کوئی بھی عمر رہی ہو۔ اس بنا پر ایسا انسان افزائش نسل اور مباشرت کی صلاحیت سے تو محروم ہو جاتا ہے مگر ضروری نہیں کہ اس کا صنف مخالف کی طرف جنسی میلان بھی ختم ہو جائے۔

Shemale

وہ عورت جو مردانہ عضو تناسل کے ساتھ پیدا ہو اور رحم اور بیضہ دانی بھی رکھتی ہو۔[1] یا وہ عورت جو مردانہ بیضہ رحم یا دہ مرو جو ہر دانہ نظام تناسل رکھتا ہو مگر عمل جراحت کے ذریعے مصنوعی زنانہ خصوصیات بھی پیدا کر لے۔ یعنی Shemale ایسے افراد ہوتے ہیں جو مردانہ اور زنانہ دونوں اصناف کی کچھ علامات کے ساتھ پیدا ہوں۔ پھر اگر وہ خود کو کسی ایک صنف میں شامل کرنے کے لئے علاج کروالیں مگر دوسری صنف کی علامات بھی ساتھ ہوں تو Shemale کہلائیں گے۔ یعنی وہ مرد جو ادویات کے ذریعے خود میں زنانہ جسمانی خصوصیات پیدا کر لے مگر مردانہ نظام تناسل بھی رکھتا ہو۔ ان کے لئے انگریزی میں Chick with a Dick کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔[2]

Hermaphrodites

کا لفظ اصل میں یونان سے آیا ہے جہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے دیو Herma اور دیوی Aphrodite's کے ملاپ سے جو اولاد ہوئی اس میں نر اور مادہ دونوں علامات تھیں۔ اس دیوتا کا نام Hermaphrodite رکھا گیا۔ اسی بناء پر ہیجڑوں کو یہ نام دیا گیا کیونکہ ان میں نر اور مادہ دونوں خصوصیات ہوتی ہیں۔[3] ہرمافرڈائٹ ایک ایسا جاندار ہے جو بیک وقت مرد اور عورت کی تولیدی خصوصیات یا جنسی اعضاء رکھتا ہو۔ یہ قدرتی طور پر ایسے جانداروں میں پایا جاتا ہے جو دونوں جنسوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ عام طور پر یہ اصطلاح پودوں، حیوانات، یا بعض طبی حالات کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ طبی زبان میں انسانوں میں ہرمافرڈائٹ کی حالت کو

---

[1] http://www.urbandictionary.com/define.php?term=shemale
[2] http://en.wikipedia.org/wiki/shemale

انٹر سیکس (Intersex) کہا جاتا ہے، جہاں فرد میں پیدائش سے ہی جنسی اعضاء یا کروموسومل خصوصیات دونوں جنسوں کی ہوتی ہیں۔[1]

Bisexual (بائی سیکچوئل)

بائی سیکشول (Bisexual) ایک ایسا جنسی رجحان ہے جس میں انسان بیک وقت مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف جنسی، جذباتی یا رومانوی کشش محسوس کرتا ہے۔ اس اصطلاح میں "بائی" سے مراد دوہرا اور "سیکشول" سے مراد جنسی رجحان ہے، لہٰذا بائی سیکشول شخص اپنی زندگی میں مخالف جنس کے ساتھ ساتھ اپنی ہی جنس کی طرف بھی میلان رکھ سکتا ہے۔ سوشیالوجی اور سائیکالوجی کے مطابق یہ ایک "جنسی شناخت" (Sexual Identity) سمجھی جاتی ہے، لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے جنسی تعلق صرف نکاح کے ذریعے مرد اور عورت کے درمیان جائز ہے۔ اپنی ہی جنس کی طرف جنسی میلان یا عمل کو قرآن و سنت میں سختی سے ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے بائی سیکشول رجحان رکھنے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھے اور صرف حلال دائرے یعنی نکاح کے ذریعے اپنی فطری ضروریات پوری کرے۔ اس طرح اسلام انسان کی جنسی زندگی کو حدود و قیود کے ساتھ پاکیزہ اور متوازن بناتا ہے۔

کوئیر سوالیہ (Queer Questioning)

کوئر کا لفظی مطلب ہے " عجیب، وہ لوگ جو جنسی لحاظ سے کسی بھی قسم کی تقسیم کے قائل نہ ہوں۔ اس لحاظ یہ لوگ واقعی عجیب ترین ہیں جو سمجھتے ہیں کہ کسی انسان کو مرد، عورت، مخنث، ہم جنس پرست، وغیرہ میں شمار کرنا بھی ایک قسم کا تعصب ہے۔ ایل جی بی ٹی کیو پلیس و دیگر اقسام لفظ دیگر تمام صنفی شناختوں اور جنسی رجحانات کی نشاندہی کرنے کے لیے آتا ہے۔

ہیٹروسیکچوئل (Straight Heterosexual)

ایسا فرد جو صنف مخالف کے ساتھ جذباتی لگاؤ اور جنسی کشش محسوس کرتا ہو۔

---

[1] ٹرانس جینڈر ازم پر ایک نظر، شجاع الدین، محدث (شمار، 392 جنواری 2023) جلد 54 / ص 1

غیر جنسی Asexual

ایسا فرد جو مرد اور عورت دونوں میں کشش محسوس نہیں کرتا۔

Bi-curios(بائی کیوریس)

ایسا فرد جو جنس مخالف میں ہی کشش محسوس کرتا ہے، لیکن وہ ہم جنسیت کے بارے، میں متجسس ہے یا ہم جنسی سے متعلق کوئی تجربہ کرنے پر آمادہ ہے۔

Two Spirit(دو جنسی تصور)

ایسا فرد جو اپنی جنسی شناخت سے غیر مطمئن ہو۔ یعنی ایک فرد ہے تو جسمانی اعتبارے Biologically ایک مکمل مرد یا ایک مکمل عورت لیکن ذہنی طور پر ایسا فرد جو اپنی جنسی شناخت سے غیر مطمئن ہو۔

یعنی ایک فرد ہے تو جسمانی اعتبارے Biologically ایک مکمل مرد یا ایک مکمل عورت لیکن ذہنی طور پر اپنے آپ کو مرد کی بجائے عورت محسوس کرتا ہو یا عورت کی بجائے مرد۔ اس میں (Psychologically) وہ شخص صنف مخالف کا لباس پہن کر تسکین اور آسودگی محسوس کرتا ہے، جسے " Crossdressing کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ علاج کرا کے اپنی جنسی شناخت تبدیل کرنے کی خواہش نہیں رکھتا۔[1]

Non-binary(نان بائنری)

وہ افراد جو خصوصی طور پر مرد یا عورت کے طور پر اپنی شناخت نہیں کرتے ہیں۔ ذہنی طور پر وہ تذبذب کا شکار ہوتے ہیں کہ ہم مرد ہیں یا عورت؟ حالاں کہ وہ جسمانی اعتبار سے کوئی ایک واضح جنس رکھتے ہیں۔

Cetero-sexual(سیٹروسیکچوئل)

ایسا شخص جو non-binary لوگوں کی طرف جنسی کشش رکھتا ہو۔

---

[1] http://www.en.wikipedia.org/wiki/hermaphrodite

(جینڈر فلوئیڈ)Gender-fluid

وہ افراد جو اپنی جنس کے بارے میں متضاد ذہن رکھتے ہیں۔ یعنی کچھ دن انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ مرد ہیں، ان دنوں وہ مردانہ علیہ وکام اختیار کرتے ہیں اور کچھ ایام بعد وہ عورت ہونا گمان کرتے ہیں، تو زنانہ علیہ وافعال سرانجام دیتے ہیں۔[1]

اب تک ذکر کی گئی تعریفات کے مطابق صحیح معنوں میں ہیجڑے کی تعریف پر پورا اترنے والے انسان شاذ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ باقی تمام حالتیں جسمانی یا ذہنی معذوری کے زمرے میں آتی ہیں۔ Inter sex کی حالتیں بھی قابل علاج ہیں۔ کچھ میں انسان مکمل طور پر صحت یاب ہو جاتا ہے اور کچھ میں صرف افزائش نسل سے محروم رہتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ مرد یا عورت میں کسی ایک صنف میں شناخت کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ان تمام حالتوں کو ہم ذہنی یا جسمانی کمزوری یا معذوری سے تعبیر کریں گے نہ کہا نہیں الگ سے کسی تیسری جنس کا نام دیا جائے گا۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ پاک نے قرآن میں انسان کی تخلیق کو بیان کرتے ہوئے اسے مرد اور عورت میں منقسم کیا ہے۔ انٹر سیکس جو پیدائشی طور پر جنسی اعضاء کے مبہم ہونے کی وجہ سے مرد اور عورت میں درج بند نہ ہو سکیں وہ اسلامی نقطہ نظر سے طبی معالجہ سے یہ دیکھنے کے بعد کی اس کے کون سے جنسی اعضاء زرخیز ہیں اپنا علاج کرواسکتے ہیں چاہے وہ ہارمون سے ممکن ہو یا سرجری سے۔ لیکن یہ بات یہاں بھی توجہ طلب ہی کہ اس علاج کے پیچھے مقصد اس ابہام کو دور کر کے نامل زندگی گزارنا ہو۔ اور اس میں ایل۔ جی۔ بی۔ ٹی۔ کیو۔ پلس۔ کا ہم جنس پرستی کا کوئی ایجنڈہ موجو نہ ہو۔

---

[1]، ڈاکٹر محمد امین، ٹرانس جینڈر قانون اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت (مکتبہ البرہان لاہور 2002)

خلاصہ بحث

مخنثین برصغیر کی ایک اہم سماجی و ثقافتی اصطلاح ہے جو صنفی شناخت کے ایک مخصوص طبقے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ مغلیہ سلطنت کے دور میں خواجہ سراؤں کو نمایاں حیثیت اور شاہی دربار میں مقام حاصل تھا جبکہ ہندو روایات میں انہیں "کینی" یا "ہجرا" کہا جاتا اور شادیوں میں خوشی وبرکت کی علامت کے طور پر بلایا جاتا تھا۔ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد اور عورت کی شکل میں پیدا کیا ہے اور جو افراد پیدائشی طور پر ان دونوں کی واضح خصوصیات کے بغیر ہوں انہیں فقہ میں "خنثی" یا "مخنث" کہا جاتا ہے۔ مغربی معاشروں میں اس طبقے کو زیادہ قبولیت حاصل ہے اور انہیں LGBTQ+ تحریک کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ دوسری جانب پاکستانی معاشرے میں مخنثین کو مکمل انسان ماننے میں ہچکچاہٹ پائی جاتی ہے، نتیجتاً وہ وراثت، گھریلو تحفظ اور بنیادی انسانی حقوق سے اکثر محروم رہتے ہیں۔

باب دوم: اسلامی تناظر میں مختشین کا سماجی کردار / حقوق

فصل اول: قرآن و عہد رسالت میں مختشین کی سماجی حثییت

فصل دوم: مختشین کے سماجی حقوق و فرائض اور سماجی استحصال

فصل اول:

قرآن و عہد رسالت میں مخنثین کی سماجی حثییت

پاکستانی معاشرت کا عمومی تصور اور مخنثین کی سماجی حیثیت

پاکستانی معاشرت ایک متنوع مگر مذہبی و خاندانی اقدار پر قائم معاشرت ہے، جس کی بنیاد اسلامی اصولوں، علاقائی روایات، اور قبائلی و ثقافتی پس منظر پر ہے۔ یہ معاشرت عمومی طور پر اجتماعیت، خاندانی نظام، بزرگوں کی عزت اور شرم و حیا جیسے تصورات سے تشکیل پاتی ہے۔ دیہی اور شہری معاشرت میں واضح فرق پایا جاتا ہے، لیکن دونوں میں روایتی کرداروں کی پاسداری غالب رہتی ہے۔ مختلف زبانیں (پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی) بولی جاتی ہیں، مگر مذہب اور قومی شناخت معاشرتی وحدت کا سبب ہیں۔ پاکستان میں اکثر لوگ خاندانی اکائیوں میں رہتے ہیں جہاں انفرادی شناخت سے زیادہ اجتماعی شناخت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ معاشرت پدرسری نظام (Patriarchy) پر مبنی ہے، جہاں مرد کو سربراہ سمجھا جاتا ہے۔ معاشرتی ترقی اور شہری زندگی میں کچھ تبدیلیاں آئیں ہیں، لیکن مجموعی طور پر روایتی اقدار ہی غالب ہیں۔ ہر فرد سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے معاشرتی کردار کو اپنی جنس، عمر اور مقام کے مطابق نبھائے۔ یہی فریم ورک مخنثین کے لیے مسائل پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ ان روایتی خانے میں فٹ نہیں بیٹھتے۔

مذہبی اثرات

پاکستانی معاشرت میں مذہب، خاص طور پر اسلام، کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہی دین افراد کے ذاتی، خاندانی اور معاشرتی رویوں کی تشکیل کرتا ہے۔ شادی، طلاق، وراثت، لباس، حلال و حرام، اور روزمرہ زندگی کے فیصلے اسلامی اصولوں کے تحت کیے جاتے ہیں۔ اسلامی ایام (رمضان، عیدین، محرم) پورے معاشرے کی سرگرمیوں کو متاثر کرتے ہیں۔ مسجد اور مدرسہ صرف عبادت کے مراکز نہیں بلکہ سماجی و اخلاقی تربیت کے ادارے بھی ہیں۔ مذہب کے اثر سے مرد و عورت کے جداگانہ کردار متعین کیے گئے ہیں، جن میں مرد کو نگران اور عورت کو تابع یا محافظِ عصمت تصور کیا جاتا ہے۔ مذہبی علماء، خطباء اور پیر حضرات معاشرتی رائے سازی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے اکثر مذہبی بیانیہ خواجہ سرا یا تیسری جنس کے لیے واضح رہنمائی نہیں دیتا، یا پھر ان پر خاموشی اختیار کرتا ہے۔ نتیجتاً عوامی رویہ بھی غیر واضح یا منفی ہوتا ہے۔ تاہم کچھ معاصر علماء نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے ان کی عزتِ نفس اور حقوق کی بات کی ہے۔

صنفی تقسیم

پاکستانی معاشرت میں صنف (Gender) کی بنیاد پر معاشرتی کرداروں کی سخت تقسیم موجود ہے، جہاں مرد کو کفیل، مضبوط اور نگران جبکہ عورت کو نازک، تابع اور گھریلو سمجھا جاتا ہے۔ بچپن سے ہی لڑکوں اور لڑکیوں کو مختلف تربیت دی جاتی ہے؛ مثلاً لڑکیوں کو گھریلو کام، پردہ داری اور نرمی سکھائی جاتی ہے، جبکہ لڑکوں کو بہادری، غیرت اور سربراہی کا تصور دیا جاتا ہے۔ لباس، کھیل، تعلیم، حتیٰ کہ کھانے پینے کے انداز بھی صنفی شناخت کے مطابق ہوتے ہیں۔ ایسے میں وہ افراد جو ان دو جنسوں (مرد / عورت) کے درمیان کہیں آتے ہیں، یعنی مخنث یا خواجہ سرا، وہ معاشرتی فریم میں فٹ نہیں بیٹھتے۔ انہیں نہ مرد سمجھا جاتا ہے، نہ عورت، جس کی وجہ سے انہیں اکثر مذاق، نفرت یا حقارت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے افراد کو بچپن سے ہی طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور بعض اوقات خاندان ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس صنفی دوگانگی کا شکار ہو کر یہ طبقہ یا تو خود کو الگ کر لیتا ہے یا معاشرہ ان کو تنہا چھوڑ دیتا ہے۔

پاکستانی معاشرت ایک روایتی اور مذہبی اقدار پر مبنی معاشرہ ہے، جہاں خاندانی نظام کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ معاشرہ عمومی طور پر (patriarchal) ہے، جہاں مردوں کو زیادہ سماجی، اقتصادی، اور قانونی اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جبکہ خواتین اور دیگر کمزور طبقات کو بے شمار مشکلات سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ پاکستان کے اندر طبقاتی تقسیم، مذہبی روایات، اور ثقافتی اثرات سماجی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان عوامل کی وجہ سے بعض طبقات کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں مخنث کمیونٹی بھی شامل ہے۔[1]

برصغیر کی تاریخ میں مخنث کمیونٹی کو مختلف حیثیتیں حاصل رہی ہیں۔ مغلیہ دور میں انہیں درباروں اور محلات میں ایک خاص مقام حاصل تھا، اور وہ سماجی و ثقافتی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد بھی مخنث کمیونٹی کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا، اور وہ زیادہ تر گداگری، ناچ گانے، اور جسم فروشی جیسے پیشوں تک محدود ہو گئے۔ پاکستانی معاشرت میں مخنثین افراد کی سماجی حیثیت ایک پیچیدہ اور متنازعہ مسئلہ ہے جسے ثقافتی، مذہبی اور قانونی عوامل نے تشکیل دیا ہے۔ پاکستانی معاشرہ عموماً مرد اور عورت کی روایتی شناختوں پر منحصر ہے، جس کی وجہ سے مخنث، جو ان روایتی شناختوں سے باہر ہوتے ہیں، انہیں اکثر نظر انداز یا

[1] اسلام میں مرد و عورت کے علاوہ تیسری جنس کا تصور، فتویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی، ماہنامہ البلاغ، کراچی، شمارہ ربیع الاول، 1444، ص165

توہین کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آج کے دور میں پاکستانی معاشرہ انہیں عموماً تیسری جنس کے طور پر تسلیم کرتا ہے، لیکن ان کی شناخت اور حیثیت کو بہت سے لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ پاکستان میں مخنثین کو جب تک جسمانی علامات ظاہر نہ ہوں، ان کا جنس متعین کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس غیر واضح جنس کی وجہ سے مخنثین کو بہت سے سماجی اور قانونی مسائل کا سامنا ہے۔ ان کی شخصیت اور جنس کے بارے میں روایتی اسلامی تعلیمات میں واضح گنجائش نہیں ملتی، اور نہ ہی معاشرتی سطح پر ان کے لیے ایک جگہ مخصوص کی گئی ہے۔ مذہبی طور پر مخنث کی حیثیت ہمیشہ متنازعہ رہی ہے، کیونکہ اسلام میں جنس کا واضح تعین کیا گیا ہے، اور مخنث اس معیار پر پورا نہیں اترتے۔ اس کے باوجود، 2009 میں پاکستان کی سپریم کورٹ نے مخنثین کو تیسری جنس کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک اہم فیصلہ سنایا، اور ان کے لیے ایک قانونی حیثیت فراہم کی۔

مبحث اول: پاکستانی معاشرت کا عمومی تصور

مخنثین کی ثقافتی شناخت اور لوک ادب میں موجودگی

برصغیر کی لوک روایات، خاص طور پر پنجاب اور سندھ کے گیتوں میں مخنث افراد کا ذکر ایک "الگ پہچان" کے طور پر موجود ہے۔ انہیں شادیوں، میلوں، اور بچوں کی پیدائش پر بلانا ثقافتی روایت کا حصہ رہا ہے۔ یہ ثقافتی کردار انہیں ایک محدود مگر خاص مقام دیتا ہے۔ صوفی روایت میں بھی بعض مخنث افراد بطور خادم موجود رہے۔ موجودہ معاشرتی نظام میں یہ مقام مٹتا جا رہا ہے۔ [1]

نفسیاتی شناخت اور جنسی خود فہمی کا مسئلہ

پاکستان میں اکثر مخنثین کو ذہنی بیمار یا الجھن کا شکار سمجھا جاتا ہے، جو غلط فہمی ہے۔ جدید نفسیات کے مطابق صنفی شناخت ایک فطری مظہر ہو سکتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) نے 2019 میں اسے بیماری کی فہرست سے نکال دیا۔ پاکستان میں اب بھی تربیت یافتہ ماہرینِ نفسیات کی کمی ہے۔ نتیجتاً معاشرہ انہیں علاج کے بجائے طعن و تشنیع دیتا ہے۔

[1] اختر حسین بلوچ، تیسری جنس، سندھ کے خواجہ سراؤں کی معاشرت کا ایک مطالعہ، آج کی کتابیں، کراچی، ۲۰۱۰ء

اسلامی تصوف میں روحانی مساوات

اسلامی تصوف میں "انسان" کو روحانی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے، نہ کہ جنس کے حوالے سے۔ مولانا روم اور دیگر صوفیاء کے ہاں صنف کی اہمیت کم اور روح کی اہمیت زیادہ ہے۔ اس نظریے کے مطابق خواجہ سرا بھی اللہ کی مخلوق اور روحانی ترقی کے حقدار ہیں۔ معاشرتی سطح پر تصوف کا اثر کم ہونے سے ان کے لیے قبولیت کم ہو گئی ۔

میڈیا میں نمائندگی اور تاثرات کا ارتقاء

پاکستانی فلم اور ڈرامہ میں مخنث افراد کی نمائندگی میں تبدیلی آئی ہے۔ فلم "بول" اور ڈرامہ "اک مکھی" جیسے کام ان کی کہانیوں کو دکھاتے ہیں۔ تاہم بیشتر میڈیا میں آج بھی وہ "مزاح کا کردار" یا" ہمدردی کا موضوع" سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی اصل شناخت، درد اور جدوجہد کو کم دکھایا جاتا ہے۔

خواجہ سرا برادری کا اندرونی گرو نظام

پاکستان میں خواجہ سرا افراد ایک گرو، چیلہ" نظام کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔ یہ نظام خاندانی اور ریاستی حمایت نہ ملنے کے باعث وجود میں آیا۔ گرو ان کے لیے رہائش، تربیت، اور تحفظ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ تاہم اس نظام میں بھی بعض اوقات استحصال دیکھا گیا ہے۔[1]

چونکہ پاکستانی معاشرت میں مخنث افراد نہ صرف جنسی شناخت کی بنیاد پر الگ نظر آتے ہیں بلکہ ان کی ثقافتی، نفسیاتی، روحانی، اور معاشی شناخت بھی خاص توجہ کی متقاضی ہے۔ تاریخی طور پر یہ طبقہ لوک ادب، صوفی روایت اور شادی بیاہ کی ثقافت میں مخصوص کردار ادا کرتا آیا ہے، مگر آج ان کا مقام کمزور ہو چکا ہے۔ معاشرتی رویے انہیں نہ صرف رد کرتے ہیں بلکہ انہیں تعلیم، روزگار اور مذہبی اداروں سے بھی الگ رکھتے ہیں۔ میڈیا میں جزوی نمائندگی کے باوجود، زیادہ تر انہیں مزاح یا ترس کا کردار بنا کر پیش کیا جاتا

[1] روبینہ خان، پاکستان میں خواجہ سرا برادری اندرونی سماجی ڈھانچہ کا تجزیہ، جامعہ کراچی شعبہ عمرانیات (2015)

ہے۔ ان کی معاشی محرومی، تعلیمی پسماندگی، اور سماجی طردگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ پاکستانی معاشرت میں انہیں برابر کا شہری تسلیم کرنا ابھی باقی ہے۔

ان تمام پہلوؤں کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ خواجہ سرا افراد کی مکمل شمولیت کے لیے صرف قانونی تحفظ نہیں، بلکہ سماجی رویے، مذہبی فہم، تعلیمی اصلاحات، اور معاشی شراکت داری* میں بھی بہتری کی ضرورت ہے۔

مبحث دوم: عہدِ رسالت ﷺ کی روشنی میں مخنثین کی سماجی و شرعی حیثیت

عہد رسالت ﷺ میں مخنث کی سماجی حیثیت اور شرعی احکامات کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے جن سے علم ہوتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں خنثیٰ اور خنثیٰ مشکل اور مخنث کو ان کی غالب جنسی حالت کے پیش نظر مردوں اور عورتوں کی ہی مساوی حیثیت حاصل تھی اور وہ کوئی تیسری جنس شُمار نا ہوتے تھے۔

ایسے خنثی یا مخنث جن کی پہچان میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ ان کا غالب جنسی وصف مردوں والا ہے یا عورتوں والا تو ان کے لئے واضح طور پر مردوں یا عورتوں والے احکام ہی لازم اور سماج میں انہی خصوصیات کی بناپر وہی مقام حاصل تھا۔ علاؤالدین الحصکفی کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

وحكم الخنثى غير مشكل في رأيه وسائر أحكامه حكم ما ظهرت علاماته فيه"[1]

"اور غیر مشکل خنثیٰ کے بارے میں اس کا حکم اور دیگر تمام مسائل اس شخص کے حکم کی طرح ہوگا جس کی علامات ظاہر ہو چکی ہوں۔

خنثیٰ غیر مشکل وہ شخص ہوتا ہے جس کے جسمانی علامات واضح نہیں ہوں، یعنی وہ کسی صورت میں نہ مکمل طور پر مرد ہوتا ہے اور نہ مکمل طور پر عورت۔ اس کی جنس کی شناخت مشکل ہو، اور جب تک اس کی علامات واضح نہ ہوں، اسے فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اس اصول کی رو سے اگر خنثیٰ میں مردوں کی علامات واضح ہوں تو اس کا حکم مردوں کا ہوگا۔ میراث، نکاح، اذان، اقامت، صف میں کھڑا ہونا، حج، احترام، تجہیز و تکفین الغرض تمام احکام مردوں والے لازم ہوں گے اور اگر خنثیٰ یا مخنث میں عورتوں کی علامات واضح ہوں تو اس کا حکم عورتوں کے مثل ہو گا۔

نبی اکرم ﷺ کا سماجی تعامل

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ انسانی معاشرے کے لیے سب سے روشن مثال ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی دعوت اور عملی زندگی میں اس اصول کو بنیادی اہمیت دی کہ ہر انسان بحیثیت انسان احترام اور وقار کا حق رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے کسی کو رنگ، نسل، معاشی

---

[1] علاؤالدین محمد بن علی الحصکفی،، الدر المختار، (بیروت: دار الاحیاء التراث العربی، سن ندارد)، 465/5۔

حیثیت یا جسمانی و سماجی کمی کی بنیاد پر حقیر نہیں سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے غلاموں کو عزت دی، یتیموں کو سہارا دیا، عورتوں کو ان کا حق دلایا اور معاشرے کے کمزور طبقات کو مرکزِ توجہ بنایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرے" (مشکوٰۃ المصابیح)۔

اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں ہر انسان کو، خواہ وہ کسی بھی پس منظر سے ہو، عزت و کرامت حاصل ہے۔

آپ ﷺ کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ ﷺ نے پسے ہوئے طبقات کو معاشرے کے عام دھارے میں شامل کیا۔ حضرت بلالؓ، جو ایک غلام تھے، آپ ﷺ کے قریب ترین ساتھیوں میں شمار ہوئے اور اذان دینے جیسے بلند مرتبے کے منصب پر فائز ہوئے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسلام میں سماجی حیثیت کا معیار مال، دولت یا نسب نہیں بلکہ تقویٰ اور کردار ہے۔

قرآن مجید میں بھی یہی اصول بیان ہوا:

"بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" (الحجرات:13)۔

اگر اس روشنی میں موجودہ معاشرتی تناظر دیکھا جائے تو وہ افراد جو معاشرے میں حاشیے پر رکھے جاتے ہیں، جیسے کہ مخنہ سین (خواجہ سرا حضرات)، ان کے لیے بھی اسلامی تعلیمات میں یہی اصول کارفرما ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ان کے ساتھ بھی عزت و احترام کا رویہ اختیار کیا جائے، انہیں حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے اور انہیں معاشرتی حقوق دیے جائیں۔

آپ ﷺ کا عمومی طرزِ معاشرت اس بات کی دلیل ہے کہ معاشرے میں کسی بھی فرد کی حیثیت کو کم نہ سمجھا جائے، بلکہ اسے ایک باوقار اور مثبت کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے۔

قرآن وسنت میں کسی کو مخنث یا مترجلہ کہہ کر پکارنے کی ممانعت

مختشین یا مترجلہ کی جن سے مراد جس فرد میں جو صفات حاوی ہوں اس کا شمار اسی سے ہو گا۔ چاہے یہ تعین فطری طور پر ہو جائے یا میڈیکل ٹیسٹ کی وجہ سے۔ البتہ جو مرد یا عورت صنف مخالف کی شباہت اختیار کرے تو اس کا یہ عمل ناجائز اور فسق کے زمرے میں آتا ہے۔ دیگر افراد انہیں ان ناموں سے پکاریں، موسوم کریں یا نہ؟ سو اس بارے میں سورۃ الحجرات کی بنیادی تعلیم مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ **سورہ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَلَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَلَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[1]

اے ایمان لانے والو! جو مرد ہیں وہ دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور جو عورتیں ہیں وہ دوسری عورتوں پر نہ ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں دوسرے کو طعنہ نہ دو اور آپس میں دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا بہت ہی برا نام ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

اسی طرح ابن عباس کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إذا قَالَ الرَّجُلُ للرَّجُلِ يَا يَهُودَى، فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ، وَإِذا قَالَ يَا مُخَنَّثُ فَاصْرِبُوهُ عِشْرِينَ -))

جب کوئی آدمی دوسرے کو یہودی کہہ کر پکارے تو اسے بیس کوڑے لگاؤ اور جب مخنث کہہ کر پکارے تو اسے بیس کوڑے لگاؤ۔[2]

مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگرچہ ان کی یہ کمزوری فطری ہو یا اختیاری ایک حقیقت تاہم انہیں اس نام سے نہ پکارا جائے مبادا انہیں برا لگے۔ چونکہ دین داری اور تعلق مع اللہ بندے اور رب کا معاملہ ہے اس لیے عین ممکن ہے کہ اپنی اس کمزوری کے باوجود وہ کسی اعتبار سے اللہ کے زیادہ قریب ہو۔ دوسری وجہ یہ کہ ان ناموں سے انہیں پکارنے میں استہزاء اور تحقیر کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور کسی بھی انسان کی تحقیر اور تذلیل پر مبنی کوئی امر جائز نہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر انہیں ان ناموں سے پکارنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا کرنے والے کو تنبیہا کوڑے لگانے کا حکم فرمایا۔

چونکہ قرآن و عہدِ رسالت ﷺ میں مخنثین کی سماجی حیثیت عزت و احتیاط پر مبنی تھی، جہاں ان کی غالب جنسی علامات کی بنیاد پر احکام دیے جاتے تھے، نہ کہ کسی تیسری جنس کے مستقل وجود کے طور پر۔ فقہی لحاظ سے ان کے لیے مرد یا عورت کا حکم اسی وقت متعین ہوتا تھا جب ان کی جسمانی علامات واضح ہوں۔ اسلام مذاق، تحقیر اور برے القاب سے سختی سے منع کرتا ہے، جیسا کہ سورہ حجرات اور احادیث میں بیان کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو "مخنث" یا "مترجلہ" کہہ کر حقارت سے پکارنا گناہ ہے۔

---

[1] الحجرات، 11

[2] محمد فؤاد عبد الباقی، الموطأ، کتاب الأدب، باب ماجاء في الأدب، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ج2، ص 983

اسلامی معاشرت، عزت نفس اور انسانی وقار کو فوقیت دیتی ہے، حتیٰ کہ ان افراد کے لیے بھی جنہیں جسمانی یا نفسیاتی کمزوریاں لاحق ہوں۔ اس تناظر میں مخنثین کو نہ صرف شرعی احترام حاصل ہے بلکہ ان سے حسنِ سلوک کا مطالبہ بھی کیا گیا

فصل دوم

مخنثین کے سماجی حقوق و فرائض اور سماجی استحصال

رب تعالی کی تخلیقات میں سے ایک منفرد تخلیق مخنث ہے جو نہ مکمل طور پر مرد ہوتا ہے اور نہ ہی عورت۔ ان کی اس صورت میں پیدائش پر انہیں کوئی اختیار نہیں ہے، خلائق عالم نے جس طرح چاہا انہیں تخلیق کیا، ہمارے معاشرے میں ایک بہت بڑی تعداد ان افراد کی ہے جنہیں ہم مخنث کہتے ہیں۔ دیگر افراد معاشرہ کی طرح یہ بھی یکساں انسانی حقوق، عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی فرد کسی جسمانی کمی یا نقص کے باوجود بحیثیت انسان یکساں احترام و عزت، اعزاز و اکرام کا مستحق ہے جو جسمانی لحاظ سے تندرست و توانا اور ایک مکمل انسان کو حاصل ہیں۔ تخلیقی اعتبار سے یہ عین تقاضائے حکمت ہے۔ اللہ تعالی نے جس صورت و ہیئت اور ساخت پر اسے پیدا کیا ہے اس میں انسان کا اپنا کوئی دخل نہیں ہے۔ لہذا مخنث افراد بھی معاشرے کے عام افراد کی طرح سماجی و معاشی اور قانونی و سیاسی حقوق کے مستحق ہیں۔ عزت و توقیر اور شرافت و کرامت کے معیارات ان کے لئے بھی وہی ہیں جو معاشرے کے دوسرے افراد کو حاصل ہیں لیکن محض جسمانی نقص کہ جس میں ان کا اپنا کوئی کردار نہیں اس کی بنیاد پر انہیں طنز و تحقیر کا نشانہ بنایا جائے اور ان تمام حقوق سے محروم کر دیا جائے جو دیگر انسانوں کو حاصل ہیں۔ مخنث افراد کے حوالے سے معاصر صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو حالات بہت حد تک قابل مذمت نظر آتے ہیں کہ ان افراد کو بہت سے امتیازی مسائل اور رویوں کا سامنا ہے۔ اگرچہ ان حالات میں کافی حد تک ذمہ دار یہ خود بھی ہیں لیکن مسائل کے حل کی لئے کوئی سنجیدہ اور مستقل کوشش کا نہ ہونا اور بدتر معاشرتی رویے روا رکھنے کے حوالے سے افراد معاشرہ بھی اس ذمہ داری سے مبراء نہیں ہیں۔ اس مقالہ میں مخنث افراد کو درپیش خاندانی مسائل کا ذکر کیا گیا۔

مبحث اول: خاندانی رد

مخنثین کو ان کے خاندان کی طرف سے قبول نہ کیے جانے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، جو سماجی، ثقافتی، مذہبی اور نفسیاتی عوامل پر مبنی ہوتی ہیں۔

سماجی دباؤ اور عزت کا مسئلہ

پاکستان جیسے روایتی معاشروں میں خاندانی عزت اور سماجی حیثیت کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ والدین کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی ایسی تربیت کریں جس سے ان کا خاندان معاشرے میں قابلِ احترام رہے۔ جب کسی گھر میں مخنث بچہ پیدا ہوتا ہے یا کوئی بچہ وقت کے ساتھ اپنی صنفی شناخت مختلف ظاہر کرتا ہے، تو والدین شدید ذہنی اور جذباتی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ

دباؤ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انہیں لگتا ہے کہ ان کے رشتہ دار، محلے والے، اور دوست احباب انہیں طعنے دیں گے، ان پر انگلیاں اٹھائیں گے اور انہیں مختلف طریقوں سے شرمندہ کریں گے۔ [1] بعض اوقات والدین یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے خاندان کے دوسرے بچوں کے لیے بھی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، جیسے کہ ان کے بہن بھائیوں کے رشتے طے ہونے میں مشکلات پیش آئیں گی یا خاندان کا نام بدنام ہو گا۔

روایتی گھرانوں میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کے خاندان میں مخنث بچہ ہو، تو دیگر رشتہ دار اس خاندان سے میل جول کم کر دیتے ہیں۔ شادیاں اور دیگر تقریبات میں اس گھرانے کو کم بلایا جاتا ہے، اور بعض اوقات لوگ انہیں براہ راست طعنے دیتے ہیں کہ "یہ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے" یا "یہ تمہاری تربیت کی کمی کی وجہ سے ہوا ہے۔" یہ رویہ والدین کو مزید خوفزدہ کر دیتا ہے، اور وہ یا تو اپنے بچے کو سختی سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، یا پھر اسے گھر سے نکال دیتے ہیں تاکہ خود کو بدنامی سے بچا سکیں۔

معاشرے میں مخنث افراد کے حوالے سے بہت سی منفی باتیں پھیلی ہوئی ہیں، جیسے کہ یہ لوگ صرف ناچ گانے، بھیک مانگنے، یا دیگر غیر روایتی کاموں میں ہی نظر آتے ہیں۔ والدین کو خوف ہوتا ہے کہ ان کا بچہ بھی ایسی ہی زندگی گزارے گا، جو ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ "نارمل" زندگی گزارے، لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ بچہ اپنی شناخت کو بدل نہیں سکتا، تو وہ مایوسی اور غصے میں آ جاتے ہیں۔ بعض والدین یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مخنث بچے کو قبول کریں گے تو دوسرے لوگ بھی ان سے وہی توقع کریں گے۔ انہیں ڈر ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے بچے کو کھلے عام سپورٹ کیا، تو محلے والے اور قریبی لوگ انہیں مزید تنقید کا نشانہ بنائیں گے۔ بعض اوقات خاندان کے بزرگ یا معاشرتی رہنما والدین پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ اپنے بچے کو "سیدھا راستہ" دکھائیں اور اسے روایتی صنفی شناخت پر مجبور کریں۔

اس دباؤ کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کئی والدین مخنث بچوں کو گھر سے نکال دیتے ہیں یا زبردستی ان کا رشتہ طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ ختم ہو جائے۔ کچھ والدین تو یہاں تک چلے جاتے ہیں کہ وہ مخنث بچے کو نظر انداز کرنا شروع کر دیتے ہیں، ان کے ساتھ بات کرنا چھوڑ دیتے ہیں، اور انہیں باقی گھر والوں سے بھی الگ رکھتے ہیں تاکہ ان پر کم سے کم بات ہو۔ بہت سے خاندان اس خوف کا شکار ہوتے ہیں کہ ان کے بچے کی جنسیت یا شناخت سے ان کی سماجی حیثیت کو نقصان پہنچے گا۔ معاشرہ ٹرانسجینڈر افراد کے لیے عمومی طور پر منفی رویے رکھتا ہے، جس کی وجہ سے والدین کو "لوگ کیا کہیں گے" کی فکر لاحق ہوتی ہے۔

---

[1] حافظ ذو الفقار علی، دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، (ناشر، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور بدھ 05 مئی 2010ء)

مذہبی اور ثقافتی روایات

پاکستانی معاشرے میں مخنث افراد کے ساتھ روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کی ایک اہم وجہ مذہبی اور ثقافتی عقائد ہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مخنث ہونا کسی گناہ یا آزمائش کا نتیجہ ہے، اور اس غلط فہمی کی بنیاد پر انہیں معاشرتی قبولیت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں واضح طور پر مخنث افراد کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں کوئی منفی حکم موجود نہیں ہے، لیکن ثقافتی روایات اور معاشرتی رویوں نے ان کے خلاف تعصبات کو جنم دیا ہے۔ مثال کے طور پر، بعض مذہبی حلقوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ مخنث افراد کی موجودگی سے معاشرتی اقدار متاثر ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے انہیں گھروں میں رکھنے سے گریز کیا جاتا ہے۔[1]

اس کے علاوہ، ثقافتی طور پر بھی مخنث افراد کو معاشرتی ڈھانچے سے باہر تصور کیا جاتا ہے، اور ان کی موجودگی کو خاندان کی عزت و وقار کے لیے نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے خاندان اپنے مخنث بچوں کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اور انہیں معاشرتی دباؤ کے تحت گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اس امتیازی سلوک کی ایک اور وجہ تعلیم اور آگاہی کی کمی ہے، جس کی وجہ سے لوگ مخنث افراد کے بارے میں غلط تصورات رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اختیار کرتے ہیں کئی معاشروں میں صنف کی روایتی تعریفیں مضبوط ہوتی ہیں۔ کچھ والدین مذہب کے نام پر ٹرانسجینڈر شناخت کو گناہ یا غیر فطری سمجھتے ہیں۔ ٹرانسجینڈر افراد کو اکثر ان روایات سے متصادم سمجھا جاتا ہے۔ یہ روایات ان کے خاندان کو یہ قبول کرنے سے روک سکتی ہیں کہ ان کا بچہ روایتی صنفی کردار میں فٹ نہیں بیٹھتا۔

جہالت اور آگاہی کی کمی

پاکستانی معاشرے میں مخنث افراد کے ساتھ روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کی ایک اہم وجہ والدین کی لاعلمی اور جہالت ہے۔ بہت سے والدین مخنث بچوں کی پیدائش کو بدنامی یا گناہ کا باعث سمجھتے ہیں، جو دراصل معاشرتی اور ثقافتی غلط فہمیوں کا نتیجہ ہے۔ تعلیم اور آگاہی کی کمی کی وجہ سے والدین ان بچوں کی حقیقی حالت اور ضروریات کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ انہیں قبول کرنے کے بجائے ترک کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، معاشرتی دباؤ اور روایتی نظریات بھی والدین کو مجبور کرتے

[1] Ibn Qudamah, al-Mughni, vol. 6, 221; see also Muhammad Arafah ibn Abd al-Baqi al-Dasuqi, Hashiyat al-Dasuqi 'ala Shark Kabir (Egypt: Ihya al-Kutub al-Arabi, n.d.), vol. 4, 489

ہیں کہ وہ اپنے مخنث بچوں کو گھر سے نکال دیں تاکہ خاندان کی عزت اور وقار پر کوئی آنچ نہ آئے۔ یہ رویہ نہ صرف ان بچوں کے لیے نفسیاتی اور جذباتی مسائل کا باعث بنتا ہے بلکہ انہیں معاشرتی تحفظ اور حقوق سے بھی محروم کر دیتا ہے۔[1]

بہت سے والدین مخنثین کی شناخت کے بارے میں لاعلم ہوتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ مخنث ہونا کوئی "چوائس" نہیں بلکہ ایک حقیقی اور فطری شناخت ہے۔ لاعلمی کی وجہ سے، وہ اسے ایک بیماری یا غیر ضروری بغاوت سمجھتے ہیں۔

خاندانی توقعات اور مستقبل کا خوف

پاکستانی معاشرے میں مخنث افراد کے ساتھ روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کی ایک اہم وجہ والدین کی لاعلمی اور جہالت ہے۔ بہت سے والدین مخنث بچوں کی پیدائش کو بدنامی یا گناہ کا باعث سمجھتے ہیں، جو دراصل معاشرتی اور ثقافتی غلط فہمیوں کا نتیجہ ہے۔ تعلیم اور آگاہی کی کمی کی وجہ سے والدین ان بچوں کی حقیقی حالت اور ضروریات کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ انہیں قبول کرنے کے بجائے ترک کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، معاشرتی دباؤ اور روایتی نظریات بھی والدین کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے مخنث بچوں کو گھر سے نکال دیں تاکہ خاندان کی عزت اور وقار پر کوئی آنچ نہ آئے۔ یہ رویہ نہ صرف ان بچوں کے لیے نفسیاتی اور جذباتی مسائل کا باعث بنتا ہے بلکہ انہیں معاشرتی تحفظ اور حقوق سے بھی محروم کر دیتا ہے۔

کچھ والدین حقیقت کو قبول کرنے کے بجائے انکار کی حالت میں چلے جاتے ہیں کیونکہ انہیں یہ حقیقت شرمندگی یا صدمے کا باعث لگتی ہے۔ وہ اسے ایک وقتی مسئلہ یا "بدتمیزی" سمجھ کر نظرانداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نسب کا مسئلہ

سورۃ النساء میں مذکور وراثت کے قانون کے مطابق اولاد والدین کے ورثہ کی حقدار ہوتی ہے اور اولاد کی وراثت سے والدین کا بھی حصہ مقرر ہے۔ اولاد چاہے بیٹا ہو یا بیٹی، وراثت میں حصہ دار ہے مگر جب والدین کو معلوم ہو جائے کے ان کی اولد تیسری جنس سے تعلق رکھتی ہے تو پھر مخنث کو والدین کی وراثت سے محروم کرنے کے لیے یا تو ماں باپ گھر سے نکال دیتے یا پھر بہن بھائی خاندانی رد کی سب سے بڑی وجہ وراثت ہے۔

سورۃ النساء میں ہے۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[2]

---

[1] حافظ ذو الفقار علی، دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، (ناشر، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور بدھ 05 مئی 2010ء)

[2] النساء 11

"مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے"۔

چنانچہ مخنث کو والدین کی وراثت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ مخنثین کے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مخنث بچے کو دوسری اولاد کی مانند تصور کرتے ہوئے یکساں طریق پر پرورش کا حق دیں اور اس میں کسی قسم کی ناانصافی نہ کریں۔

عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: تَصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعْضِ مَالِهِ، فَقَالَتْ أُمِّي عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِيُشْهِدَهُ عَلَى صَدَقَتِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: "اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ. فَرَجَعَ أَبِي فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ".

ترجمہ:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھے کچھ مال ہدیہ دیا۔ میری والدہ (عمرہ بنت رواحہ) نے کہا: "میں اس وقت تک راضی نہیں جب تک رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنالو۔"

چنانچہ میرے والد رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تاکہ اس صدقہ (تحفہ) پر آپ کو گواہ بنائیں۔

تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

"کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح تحفہ دیا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: "نہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔"[1]

اس حدیث سے اولاد میں برابری کا اظہار ہوتا ہے۔ اولاد کی مناسب تعلیم و تربیت کا حق بھی مخنث کے حقوق میں شامل ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی نفقتی اولاد کے لئے کمائیں، ان کے تحفظ، سرپرستی اور ولایت کا حق انہیں عطا کریں۔ مخنث کو اپنے اصل نسب سے محروم کر دیا جانا ممنوع ہے۔ قرآن مجید میں مخنث اولاد کے متعلق ارشاد ہے کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔ مخنثین اپنے والدین کی حقیقی اولاد ہونے کی بناء پر اس کی بدرجہ اولی حقدار ہے کہ والدین انہیں اپنے نام سے محروم نہ کریں۔ مخنثین افراد کے حوالے سے وراثت کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں کیونکہ عام طور پر انہیں مرد یا عورت کی واضح شناخت نہیں دی جاتی، جس کی وجہ سے خاندان جائیداد کی تقسیم میں مسائل سے بچنے کے لیے انہیں گھر سے الگ کر دیتے ہیں۔

پاکستان میں مخنث افراد (transgender individuals) ایک عرصے سے سماجی ناانصافی، امتیازی سلوک، اور استحصال کا شکار رہے ہیں۔ تاہم، اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قوانین نے ان کے حقوق کو تسلیم کرنے کے لیے نمایاں اقدامات کیے ہیں۔ مخنث افراد

---

[1] صحیح بخاری کتاب الھبہ، باب الإشهاد في الهبة، حدیث نمبر: 2586

کو بطور پاکستانی شہری وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو کسی بھی شہری کو دیے جاتے ہیں، اور ان کی قانونی و سماجی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے قانون سازی کی گئی ہے۔ تعزیراتِ پاکستان میں مخنث افراد کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے خاص اقدامات کیے گئے ہیں، جن میں 2018 کا ٹرانسجینڈر ایکٹ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ قانون مخنث افراد کو اپنی جنس کے مطابق شناخت کرنے کا حق دیتا ہے اور انہیں تعلیم، صحت، جائیداد، اور روزگار میں مساوی مواقع فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، انہیں ہراسانی، امتیازی سلوک، اور تشدد سے تحفظ دیا گیا ہے۔ یہ قانون معاشرے میں ان کی عزت و وقار کو بحال کرنے کی اہم کاوش ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مخنث افراد کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ان کے ساتھ حسن و سلوک کا مظاہرہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ عہدِ رسالت ﷺ میں مخنث افراد کو معاشرتی طور پر تسلیم کیا گیا اور ان کی عزت و احترام کا حکم دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے کسی بھی طبقے کے ساتھ ناانصافی کو ناپسند فرمایا، اور ان تعلیمات کی روشنی میں مخنث افراد کو مساوی حیثیت دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ معاشرے میں مخنث افراد کو درپیش مسائل کے حل کے لیے ضروری ہے کہ ان کے سماجی حقوق، جیسے کہ تعلیم، روزگار، اور رہائش، کو یقینی بنایا جائے۔ انہیں وراثت میں ان کا جائز حصہ فراہم کیا جائے، جو ان کی جنس کے مطابق ہوگا۔ مخنث افراد کی عزت و وقار کا تحفظ ہر شہری کی ذمہ داری ہے، کیونکہ اسلامی تعلیمات اور ملکی قوانین دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ کسی فرد کے ساتھ امتیازی سلوک جائز نہیں۔ پاکستان میں مخنث افراد کے لیے کیے گئے اقدامات ایک مثبت پیش رفت ہیں، لیکن ان کے مکمل نفاذ کے لیے عوامی شعور بیدار کرنا ضروری ہے۔ ان افراد کو بھی معاشرے کا حصہ سمجھا جائے اور انہیں باوقار زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ یہ صرف قانونی ضرورت ہی نہیں، بلکہ اسلامی اور انسانی اخلاقیات کا تقاضا بھی ہے۔

چونکہ مخنث کو بطور پاکستانی شہری ہونے کے وہی حقوق حاصل ہیں جو پاکستان کے کسی بھی شہری کو حاصل ہیں۔ ذیل میں تعزیرات پاکستان کی روشنی میں اور عہد رسالت ﷺ کی روشنی میں مختثین کی سماجی و شرعی حیثیت اور ان کے حقوق کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

مختثین کا سماجی میں استحصال اور اس کی وجوہات

عہد رسالت اور قرون اولی میں خنثی یا مخنث کے شرعی احکام اور سماجی حیثیت میں نہایت احتیاط کی گئی کیونکہ خنثی یا مخنث کی پہچان قدیم دور میں کافی مشکل تھی۔ ان کی سماجی حیثیت، میراث، نکاح، شہادۃ، قضاء، اذان، اقامت، صف میں کھڑا ہونا، حج، احرام، تجہیز و تکفین الغرض تمام احکام میں خاص احتیاط برتی جاتی اور سماجی حیثیت کے حوالہ سے بھی خاص احتیاط سے کام لیا جاتا تھا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غالب مردانہ وصف والے مخنث عورتوں سے میل جول اور غالب زنانہ وصف والے مخنث مردوں سے میل جول سے اختیاط کرے۔ البتہ عصر حاضر میں یہ مسئلہ نہیں رہا۔ میڈیکل سائنس کی ترقی نے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے اور اب سادہ ٹیسٹ کے ذریعہ

ایسے مخنث کے غالب جنسی وصف کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس ٹیسٹ کی روشنی میں جو اصناف غالب ہوں انہی کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے گا۔

جن میں سے ایک میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جب مخنث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((إن بال من مجرى الذكرِ فَهُوَ غُلامٍ وَإِن بَالَ مِن مجرى الفرج فَهُوَ جَارِيَة))[1]

"اگر وہ ذکر (مردانہ عضو مخصوص) سے پیشاب کرے تو لڑکا اور اگر فرج (زنانہ عضو مخصوص) سے پیشاب کرے تو لڑکی ہے۔"

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ پردہ اور ستر پوشی کا حکم ہر فرد سے متعلق ہے اور ستر کی مقدار بھی اسی حیثیت سے متعین ہے۔ شرم گاہ چاہے مرد کی ہو یا عورت کی بالاتفاق ستر میں شامل ہے۔

[1] البيهقي، أحمد بن الحسين، السنن الكبرى، كتاب الوراثت، رقم الحديث: 12520. ج 6، ص 247 بيروت: دار الكتب العلمية، 2003

مبحث دوم: مختثین کے سماجی حقوق و فرائض (تعلیم، نکاح، وراثت)

تعلیم و تربیت

قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ میں اگر کسی ایک موثر ترین تاریخ ساز عامل کی تلاش کی جائے تو یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس میں سر فہرست تعلیم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ اور نمائندہ مقرر کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز سے اسے آراستہ کیا وہ علم تھا اور اپنے تمام انبیاء کو جو کام سونپا اس میں تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس کو مرکزیت حاصل ہے۔ ان حالات میں حضرت محمد ﷺ شرف نبوت سے نوازے جاتے ہیں۔ اپنی دعوت کا آغاز کرتے ہیں۔ ۔کاروان اسلام آپ ﷺ کی رہنمائی میں آگے بڑھتا ہے۔ آپ ﷺ نے آغاز اسلام سے ہی مسلمانوں کو علم کی تحصیل کی طرف توجہ دلائی۔ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ آپ ﷺ کے ترغیب دلانے سے لوگوں میں پڑھنے لکھنے کا وق و شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی کوششوں سے بہت سے لوگ پڑھنا لکھنا سیکھ گئے اور آگے چل کر عرب کے یہ جاہل دنیا کے معلم بن گئے۔ جو لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے انہوں نے دنیا کو علم و فکر کے وہ خزانے دیئے للزرکشی ان کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ لوگ جو ریگستانوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے انہوں نے دنیا کو تہذیب تمدن کے معیار سے روشناس کیا وہ لوگ جو بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے انہوں نے دنیا کو سائنس، صنعت و حرفت اور علوم و فنون کا سبق سکھایا اور ترقی کی راہیں ہموار کیں۔ یہ سب ﷺ ظلم کی تعلیم و تربیت کی بدولت ممکن ہوا۔

تعلیم کے لغوی معنی

تعلیم کا لفظ علم سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا جاننا اور ادراک کرنا لغت کی رو سے علم کے معنی معلوم کرنے یا جاننے کے ہیں چنانچہ تعلیم کے لغوی معنی معلومات بہم پہنچانا اور علم سے مستفید کرنا ہے [1]

سکھانا، تفہیم، تلقین، ہدایت، تہذیب، آراستگی، علم سکھانا[2] سکھانا بتانا تلقین، ہدایت، تربیت [3]

---

[1] ڈاکٹر مشتاق رحمان صدیقی، تعلیم و تدریس، پاکستان ایجوکیشن فاونڈیشن اسلام آباد، ۱۹۹۸، ص:۱۹

[2] سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، ص:۶۱۲

[3] مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور، ۱۹۶۴، ص، ۳۶۲

لفظ تعلیم عربی زبان کے لفظ علم سے نکلا ہے۔ علم کے معنی سکھانے کے ہیں۔ یہ لفظ سکھانے کے علاوہ اپنے اندر اور بھی معانی رکھتا ہے مثلاً کسی چیز کو کما حقہ جاننا اور پہچاننا حقیقت کی گہرائی تک پہنچنا معلومات حاصل کرنا۔ اردو انسائیکلوپیڈیا میں تعلیم کے لغوی معنی کسی کو کچھ بتانا پڑھانا یا سکھاتا ہے صحیح معنوں میں تعلیم سے مراد وہ تمام اثرات ہیں جو کسی قوم کے بالغ افراد اپنی نئی نسل میں اس غرض سے پیدا کریں کہ قوم کے بچے صحیح طور پر نشو و نما حاصل کریں۔[1]

اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم کی تعریف

اصل اسلامی نقطہ نگاہ سے علم کا حقیقی سرچشمہ ذات باری تعالی ہے وحی سب سے بڑا واسطہ، حواس، عقل اور تجربہ علم کے بہت بڑے ذرائع ہیں مزید براں علم کا تعلق محض اولوازمات حیات ہی سے نہیں مقاصد حیات سے بھی ہے۔[2]

ڈاکٹر مشتاق الرحمن صدیقی کا کہنا ہے کہ:

"اسلامی تعلیم وہ ہے جو انسان کو ہدایت الہی کی روشنی میں ذہنی جسمانی اور طبعی قوتوں کے ذریعے مادی کائنات میں اس طرح تصرف کے قابل بنائے کہ روحانی اور اخلاقی اقدار کا فروغ اور رضائے الہی کے حصول کا وسیلہ بنے اور بالاخر آخروی فلاح حاصل ہو"۔[3]

تعلیم و تربیت اسلام کے نقطہ نظر سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ قرآن اور حدیث میں تعلیم کا حصول فرض قرار دیا گیا ہے اور اس کا مقصد انسان کی روحانی، ذہنی اور اخلاقی ترقی ہے۔ تعلیم انسان کو علم، حکمت اور فہم دیتی ہے تاکہ وہ اپنے حقوق و فرائض کو سمجھ سکے اور صحیح راستے پر چل سکے۔ اسلام میں علم کا حصول زندگی کا مقصد سمجھا جاتا ہے، کیونکہ علم انسان کو اللہ کی عبادت میں مدد فراہم کرتا ہے اور اس کے معاشرتی کردار کو مضبوط بناتا ہے۔

تعلیم کے ذریعے فرد کی ذہنی صلاحیتوں کو جلا بخشی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول میں مثبت تبدیلی لا سکے۔ قرآن مجید میں کئی آیات ایسی ہیں جو تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں، جیسے کہ "اقْرَأْ" (پڑھ) جو پہلی وحی تھی، اور یہ انسان کو علم کے حصول کی طرف راغب کرتی ہے۔

اسلامی تعلیم میں نہ صرف دنیاوی علم کی اہمیت ہے، بلکہ دین کے اصولوں پر بھی زور دیا گیا ہے تاکہ فرد اپنی زندگی کو اسلامی احکام کے مطابق گزار سکے۔

---

[1] اردو انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ص:۴۵۱

[2] عبد الرحمان خان، اسلام کا نظام تعلیم، عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ، ملتان، ۱۹۸۳، ص:۲۱

[3] ڈاکٹر مشتاق الرحمان صدیقی، شمس الاسلام، اسلامی حکمت تعلیم، بھیرہ، اپریل ۱۹۸۰، ص:۲۰

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ:

"تمہاری اولاد تمہاری بہترین امانت ہے"

اس لئے والدین کو اپنے بچوں کی صحیح تعلیم اور تربیت پر بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ اسی طرح، اساتذہ بھی معاشرے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ وہ طلبہ کو علم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت بھی کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرت میں علم و عمل کا ایک اہم رشتہ ہے۔ علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرنا ضروری ہے، کیونکہ علم کا مقصد صرف معلومات حاصل کرنا نہیں بلکہ ان معلومات کو اپنے عمل میں ڈھالنا ہے۔ اسی طرح، تربیت بھی صرف باتوں تک محدود نہیں بلکہ اس کا مقصد فرد کو ایک بہتر انسان بنانا ہے جو معاشرت میں مثبت تبدیلی لا سکے۔

حدیث مبارکہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ))

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔[1]

جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تعلیم انسان کی ذاتی ترقی اور اس کے سماجی کردار کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے۔

اسلام میں تربیت کا مفہوم صرف تعلیم تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ انسان کی اخلاقی، روحانی اور جسمانی تربیت پر بھی زور دیتا ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے اخلاقی معیار کو بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ دوسروں کے لئے ایک اچھا نمونہ بن سکے۔ تربیت کا مقصد انسان کو اچھے عمل، سچائی، ایمانداری، تعاون اور اخوت کی اہمیت سے روشناس کرانا ہے۔ اسلام میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم و تربیت فراہم کریں۔

دین اسلام میں علم کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ انسان کو اپنے علم کو دوسروں تک پہنچانے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا استعمال صرف اپنی فلاح کے لئے نہ کرے بلکہ دوسروں کی بھلائی کے لئے بھی کرے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم و تربیت انسان کی شخصیت کی تکمیل کا ایک اہم ذریعہ ہے، جو نہ صرف فرد کی فلاح کا باعث بنتی ہے بلکہ پورے معاشرتی نظام کو بھی مضبوط کرتی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم اور تربیت کو بہتر بنانے کی کوشش کرے تاکہ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکے۔

بچوں کی تعلیم تربیت میں والدین کا کردار

[1] ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی سنن ابن ماجہ کتاب: المقدمہ باب: فضل العلماء والحث علی طلب العلم حدیث : 224

والدین تعلیم و تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ وہ بچے کی پہلی درسگاہ ہوتے ہیں۔ ابتدائی سالوں میں بچے اپنے والدین کے رویے، عادات اور اخلاقیات سے سیکھتے ہیں، جو ان کی شخصیت کی بنیاد رکھتے ہیں۔ والدین بچے کو سچائی، ایمانداری، صبر، اور احترام جیسے اقدار سکھاتے ہیں اور ان کی تعلیمی ترقی میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ ایک مثبت اور پرامن گھریلو ماحول بچے کی تعلیمی کارکردگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ والدین اپنے عمل اور رویے سے بچوں کے لیے مثالی کردار بن سکتے ہیں، کیونکہ بچے زیادہ تر انہی کی نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح، والدین دینی اور اخلاقی تربیت کے ذریعے بچوں میں اچھے انسان اور ذمہ دار شہری بننے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔ یوں والدین کی رہنمائی بچے کی زندگی کی کامیابی اور بہتر مستقبل کی بنیاد رکھتی ہے۔

نارمل بچوں کی تعلیم میں والدین اکثر مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔

بچوں کو اسکول میں داخل کرانے، ان کی ضروریات پوری کرنے، اور ان کے تعلیمی مسائل حل کرنے میں تعاون فراہم کیا جاتا ہے یونیسف کی رپورٹ کے مطابق، والدین کی حمایت بچوں کی تعلیمی کامیابی کا ایک بڑا محرک ہے۔[1] مقالہ نارمل (سِس جینڈر) بچوں اور ٹرانس جینڈر بچوں کی تعلیم کے حوالے سے والدین کے رویے کا تجزیہ فراہم کرتا ہے، ان کے درمیان فرق اور چیلنجز پر روشنی ڈالتا ہے، اور تجاویز پیش کرتا ہے کہ یہ خلا کیسے پُر کیا جا سکتا ہے۔

تعلیمی توقعات

والدین نارمل بچوں سے اعلیٰ توقعات رکھتے ہیں، جیسے اچھی کارکردگی، اعلیٰ تعلیم اور اچھی ملازمت۔ -بچوں پر ان توقعات کی وجہ سے دباؤ بھی ہوتا ہے، لیکن عمومی طور پر یہ ان کی کارکردگی کو بہتر بناتا ہے۔

معاشی تعاون

والدین اپنی آمدنی کا بڑا حصہ بچوں کی تعلیم پر خرچ کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، کیونکہ یہ سرمایہ کاری انہیں ایک بہتر مستقبل کی امید دیتی ہے۔

اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے والدین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

- وہ والدین جو اپنی اولاد کو صرف عصری علوم کے حوالے کر دیتے ہیں، ان کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف یا تو بالکل توجہ نہیں کرتے یا معمولی سی توجہ کو کافی اور مفید مطلب سمجھ بیٹھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح عصری علوم پر خاطر خواہ محنت کو ضروری سمجھیں اتنا ہی یا اس سے زیادہ بنیادی دینی تعلیم یعنی عقائد و اعمال، معاشرت و اخلاق، معاملات و

[1] UNICEF, 2021 (https://www.unicef.org)

آداب سے متعلق ضروری امور ان کے قلب و دماغ میں راسخ کریں تاکہ فتنوں کے اس دور میں الحاد وارمیداد کی کوئی لپیٹ انھیں متاع ایمان سے محروم نہ کردے۔

- وہ والدین جو اپنی اولاد کو صرف دینی تعلیم کے لیے وقف کردیتے ہیں اور انہیں دانستہ یا نادانستہ طور پر بنیادی عصری تعلیم سے بھی نابلد رکھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بدلتے حالات کے پیش نظر بہ قدر ضرورت عصری علوم سے واقف کرانے کا اہتمام کریں تاکہ مستقبل میں ان کی اولاد کسی بھی موقع پر دوسروں کی محتاج نہ رہے۔
- وہ والدین جو اپنی اولاد کو عصری اور دینی علوم سے وافر حصہ عطا کرتے ہیں اور اسلامی تربیت کے ذریعہ ان کو اچھی طرح آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں۔ وہ قابل صد مبارک باد میں انھیں اپنے اس نظام کو فروغ دینے اور خاندان و قبیلے کے دوسرے سرپرستوں تک متعدی کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

وہ والدین جو معاشی مجبوری یادیر معقول و نامعقول اسباب کی بناپر اولاد کے روشن مستقبل کا سودا کرتے ہیں اور انھیں اپنے ہی کسی پیشہ سے وابستہ کردیتے ہیں۔ انھیں سنجیدگی کے ساتھ اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ان کا یہ عمل اولاد کے مستقبل کے لیے سم قاتل اور زمر بلابل سے کم نہیں، اس لیے بنیادی طور پر دینی و عصری علوم کے مکاتب و اسکولس سے رجوع ہو کر بچوں کو قابل بنانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ علم کی روشنی سے سارا گھر منور ہو جائے اور دین و دنیا دونوں میں مفید و کار آمد ثابت ہو سکیں۔[1]

مخنثین کی تعلیم میں والدین کا کردار

مخنثین کو معاشرتی دباؤ، امتیازی سلوک، اور تعلیمی مواقع کی کمی کا سامنا ہوتا ہے۔ والدین کا کردار بچے کی تعلیمی کامیابی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقالے میں ہم والدین کی جانب سے دی جانے والی حمایت، ان کے چیلنجز، اور سماجی اثرات کا جائزہ لیں گے۔

قبولیت اور حوصلہ افزائی

والدین کی جانب سے بچے کی شناخت کو قبول کرنا تعلیم میں دلچسپی کو بڑھاتا ہے۔ یونیسف کے مطابق، ایسے بچے جنہیں والدین کی حمایت حاصل ہوتی ہے، ان کا تعلیمی ریکارڈ بہتر ہوتا ہے۔[2]

[1] دار العلوم، شمارہ:7، جلد:103، ذی القعدہ1440ھ-مطابق جولائی 2019ء

[2] https://www.unicef.org

معاشرتی دباؤ کا سامنا

والدین مخنث بچوں کی تعلیم میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر وہ مثبت رویہ اختیار کریں، تو ان کے بچے بھی ایک روشن اور کامیاب مستقبل کی جانب بڑھ سکتے ہیں، لیکن اگر والدین خود ہی ان کی تعلیم کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں، تو وہ کم عمری میں ہی مشکلات کا شکار ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلے، والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مخنث بچوں کی ابتدائی تعلیم کو یقینی بنائیں۔ بدقسمتی سے، بہت سے والدین سماجی دباؤ اور روایتی صنفی تصورات کی وجہ سے اپنے بچوں کو اسکول بھیجنے میں ہچکچاتے ہیں۔ بعض والدین یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بچے کا مستقبل غیر یقینی ہے، اس لیے ان کی تعلیم پر خرچ کرنا بے کار ہے۔ اس سوچ کے باعث، بہت سے مخنث بچے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اور کم عمری میں ہی مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اگر والدین اپنے بچوں کو قبول کریں اور انہیں عام بچوں کی طرح تعلیمی مواقع فراہم کریں، تو وہ بھی آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، والدین کو چاہیے کہ وہ اسکول میں بچوں کے داخلے کو یقینی بنائیں اور مسلسل ان کی تعلیم میں معاونت کریں۔ بعض والدین ابتدائی طور پر تو اپنے بچوں کو اسکول میں بھیج دیتے ہیں، لیکن جب ان کی صنفی شناخت واضح ہونے لگتی ہے، تو وہ ان کی تعلیم روک دیتے ہیں۔ اس کے برعکس، اگر والدین اپنے بچوں کی صنفی شناخت کو تسلیم کریں اور انہیں تعلیمی سفر جاری رکھنے میں مدد دیں، تو وہ زیادہ اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ تعلیمی میدان میں مخنث بچوں کو نفسیاتی اور جذباتی مدد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر والدین ان کا ساتھ دیں، ان کی حوصلہ افزائی کریں اور ان کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں، تو وہ نہ صرف تعلیمی طور پر بہتر کارکردگی دکھا سکتے ہیں بلکہ ذہنی طور پر بھی صحت مند رہ سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے، اکثر والدین مخنث بچوں کو نظرانداز کرتے ہیں، ان پر سختی کرتے ہیں یا انہیں اپنی شناخت چھپانے پر مجبور کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ احساسِ کمتری اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، والدین کی محبت اور حوصلہ افزائی انہیں ایک مثبت اور کامیاب زندگی گزارنے میں مدد دے سکتی ہے۔ مزید برآں، تعلیم کے لیے مالی معاونت بھی انتہائی ضروری ہے، لیکن بہت سے والدین مخنث بچوں کے تعلیمی اخراجات اٹھانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ بعض والدین سمجھتے ہیں کہ ان کے بچے کو ملازمت کے اچھے مواقع نہیں ملیں گے، اس لیے تعلیم حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سوچ کی وجہ سے مخنث بچوں کو تعلیم چھوڑنی پڑتی ہے اور وہ مالی مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔[1]

اگر والدین اپنے بچوں کو دیگر بچوں کے برابر سمجھیں اور ان کی تعلیم کے لیے مالی وسائل فراہم کریں، تو وہ ایک بہتر مستقبل کی جانب بڑھ سکتے ہیں۔ بعض تنظیمیں اور تعلیمی ادارے مخنث افراد کے لیے اسکالرشپ بھی فراہم کرتے ہیں، لیکن والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مواقع کے بارے میں آگاہی حاصل کریں اور اپنے بچوں کو ان سے فائدہ اٹھانے میں مدد دیں۔ والدین کو اکثر معاشرتی دباؤ

---

[1] ڈاکٹر محمد امین، ٹرانس جینڈر قانون اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت، (ناشر مکتبہ البرہان لاہور 2022)

کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ہمارے معاشرے میں مخنث افراد کے حوالے سے منفی نظریات پائے جاتے ہیں۔ کچھ والدین اپنے بچوں کو دیگر بچوں کے برابر سمجھیں اور ان کی تعلیم کے لیے مالی وسائل فراہم کریں، تو وہ ایک بہتر مستقبل کی جانب بڑھ سکتے ہیں۔ بعض تنظیمیں اور تعلیمی ادارے مخنث افراد کے لیے اسکالرشپ بھی فراہم کرتے ہیں، لیکن والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مواقع کے بارے میں آگاہی حاصل کریں اور اپنے بچوں کو ان سے فائدہ اٹھانے میں مدد دیں۔ والدین کو اکثر معاشرتی دباؤ کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ہمارے معاشرے میں مخنث افراد کے حوالے سے منفی نظریات پائے جاتے ہیں۔ کچھ والدین اپنے بچوں کی تعلیم کے حق میں ہوتے ہیں، لیکن رشتہ داروں، محلے والوں اور دوستوں کے طعنوں کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس دباؤ کے باعث وہ بچوں کی تعلیم کو نظرانداز کر دیتے ہیں یا انہیں گھر تک محدود کر دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معاشرتی دباؤ کو نظرانداز کریں اور اپنے بچوں کے لیے محفوظ تعلیمی ماحول پیدا کریں۔ اگر والدین اسکول انتظامیہ، اساتذہ اور دیگر والدین سے تعاون کریں اور مخنث بچوں کے لیے مساوی تعلیمی حقوق کی حمایت کریں، تو پورے تعلیمی نظام میں بہتری آسکتی ہے۔ نتیجتاً، اگر والدین اپنے بچوں کو قبول کریں، انہیں تعلیم کے مساوی مواقع فراہم کریں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں، تو وہ بھی ایک کامیاب اور باعزت زندگی گزار سکتے ہیں۔ لیکن اگر والدین خود ہی انہیں تعلیم سے محروم کر دیں، تو وہ کم عمری میں ہی مشکلات کا شکار ہو کر ایک غیر یقینی مستقبل کی طرف دھکیل دیے جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ والدین اپنی سوچ میں وسعت پیدا کریں اور اپنے بچوں کو معاشرتی دباؤ سے زیادہ اہمیت دیں تاکہ وہ ایک روشن مستقبل حاصل کر سکیں۔[1]

معاشی معاونت

تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے، لیکن بدقسمتی سے، بہت سے والدین اپنے مخنث بچوں کو معاشی وجوہات کی بنا پر تعلیم دلوانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں، جن میں مالی مشکلات، روزگار کے محدود مواقع، معاشرتی دباؤ، اور مستقبل کے خدشات شامل ہیں۔ جب کوئی بچہ مخنث کے طور پر شناخت کرتا ہے، تو اکثر والدین اسے مکمل طور پر قبول نہیں کرتے، اور اگر وہ قبول کر بھی لیں، تب بھی مالی وسائل کی کمی ان کی تعلیم کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔

اکثر مخنث بچوں کا تعلق غریب یا متوسط طبقے کے خاندانوں سے ہوتا ہے، جہاں پہلے ہی مالی وسائل محدود ہوتے ہیں۔ ایسے گھروں میں والدین زیادہ تر اپنے ان بچوں کی تعلیم پر سرمایہ لگاتے ہیں، جنہیں وہ مستقبل میں اپنے لیے سہارا سمجھتے ہیں۔ چونکہ معاشرہ مخنث افراد کو روزگار کے مساوی مواقع فراہم نہیں کرتا، والدین کو لگتا ہے کہ ان کی تعلیم پر خرچ کرنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ تعلیم حاصل

---

[1]ڈاکٹر محمد مشتاق احمد، مختثین کے حقوق کے تحفظ کا قانون ایک تجزیاتی مطالعہ (شمارہ4، جلد4 اکتوبر-دسمبر 2022)

کرنے کے بعد بھی اچھی نوکری نہیں حاصل کر سکیں گے۔ اس لیے وہ ان کی تعلیم پر سرمایہ کاری کے بجائے دیگر بچوں کو ترجیح دیتے ہیں، جو روایتی طور پر خاندان کے کفیل بن سکتے ہیں۔

مزید بر آں، کچھ والدین کو خوف ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے مخنث بچوں کو تعلیم دلوائی، تو انہیں معاشرتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ ہمارے ہاں عمومی تاثر یہی ہے کہ تعلیم صرف ان لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے جو عام پیشوں میں کام کر سکتے ہیں۔ والدین کو لگتا ہے کہ مخنث بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا کر بھی انہیں ڈاکٹر، انجینئر، یا سرکاری ملازم بنانے کے امکانات کم ہیں، کیونکہ معاشرہ انہیں وہ مواقع فراہم نہیں کرے گا جو عام بچوں کو ملتے ہیں۔ اس لیے وہ سوچتے ہیں کہ تعلیم پر خرچ کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ بچہ جلدی کوئی اور ذریعہ معاش اپنا لے۔ بہت سے مخنث بچوں کو کم عمری میں ہی گھر سے نکال دیا جاتا ہے، یا انہیں مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ گھر کے اخراجات میں مدد کریں۔ چونکہ انہیں روزگار کے محدود مواقع ملتے ہیں، اس لیے وہ کم عمری میں محنت مزدوری، بھیک مانگنے، یا دیگر غیر روایتی ذرائع سے کمائی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب بچہ خود کمائی شروع کر دیتا ہے، تو والدین کی توجہ اس کی تعلیم سے مزید ہٹ جاتی ہے، کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ وہ اب خود اپنا خرچ اٹھا سکتا ہے۔[1]

کچھ والدین یہ بھی سمجھتے ہیں کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی اگر معاشرہ ان کے مخنث بچے کو قبول نہیں کرے گا، تو یہ تعلیم کس کام کی؟ چونکہ ہمارے ہاں زیادہ تر مخنث افراد کو سرکاری یا نجی اداروں میں نوکریاں نہیں ملتیں، والدین کو خوف ہوتا ہے کہ تعلیم پر خرچ کرنے کے باوجود ان کا بچہ بے روزگار ہی رہے گا۔ نتیجتاً، وہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ جلدی کوئی ایسا ہنر سیکھے یا کوئی ایسا راستہ اختیار کرے جس سے وہ فوری روزگار حاصل کر سکے، چاہے وہ راستہ تعلیم کے بغیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے علاوہ، کچھ خاندانوں میں والدین کے لیے بنیادی ضروریات پوری کرنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ اگر ایک گھر میں کئی بچے ہوں، تو والدین مجبور ہوتے ہیں کہ وہ اپنی محدود آمدنی صرف ان بچوں پر خرچ کریں جو ان کے مطابق زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ ایسے میں مخنث بچوں کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، کیونکہ والدین کو لگتا ہے کہ وہ مستقبل میں گھر کی کفالت نہیں کر سکیں گے۔ والدین معاشرتی رویوں کی وجہ سے اکثر بچوں کو اسکول سے نکال دیتے ہیں۔ HRCP کی رپورٹ کے مطابق، ٹرانس مخنث بچوں میں تعلیم کی شرح بہت کم ہے۔[2] مخنث بچوں کو اکثر اسکولوں میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ -والدین اور تعلیمی ادارے ان کی جنس یا صنفی رویے کو قبول نہیں کرتے، جس کی وجہ سے وہ اپنی تعلیم مکمل نہیں کر پاتے۔

---

[1] ذوالفقار علی، حافظ، ور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، مکتبۃ الفلاح، اشاعت دوم لاہور پاکستان

[2] HRCP. (2020). Challenges for Transgender Students in Pakistan

چونکہ تعلیم وتربیت انسان کی شخصیت سازی اور معاشرتی ترقی کی بنیاد ہے، لیکن مخنث افراد اس حق سے محروم رہتے ہیں، جس کی بڑی وجہ والدین کا منفی رویہ، سماجی دباؤ اور معاشی مجبوری ہے۔ اکثر والدین اپنے مخنث بچوں کو تعلیم کی بجائے بوجھ سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ نہ صرف تعلیمی اداروں سے دور ہو جاتے ہیں بلکہ نفسیاتی دباؤ اور احساسِ کمتری کا شکار بھی بن جاتے ہیں۔ اگرچہ اسلام اور قانون دونوں تعلیم کو ہر انسان کا حق قرار دیتے ہیں، لیکن معاشرتی تعصبات والدین کو بچوں کی تعلیم سے باز رکھتے ہیں۔ والدین کی قبولیت، حوصلہ افزائی اور مالی معاونت نہ صرف ان بچوں کا مستقبل سنوار سکتی ہے بلکہ معاشرے کو بھی ایک مثبت تبدیلی کی طرف لے جاسکتی ہے۔ لہٰذا، والدین کا مثبت کردار مخنث بچوں کی تعلیم وتربیت میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

وراثت

ہیجڑے اس بنا پر بہت بدقسمت گروہ ہے کہ انہیں ان کے حقیقی والدین اور خاندان والے ہی گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ وہ مرد و عورت کی مروجہ تعریف کے مطابق جسم نہیں رکھتے۔ ان میں نقص ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالی کسی انسان کو اندھا، گونگ یا پانچ پیدا کر دے۔ لیکن ہیجڑوں کو اس فعل کی سزا کا حقدار ٹھہرایا جاتا ہے، جن میں ان کا کوئی اختیار نہیں۔

ہیجڑا برادری میں 90٪ غیر پیدائشی ہیجڑے جبکہ محض 10 پیدائشی ہیجڑے ہوتے ہیں[1]۔ یعنی کسی جسمانی نقص کے ساتھ پیدا ہوا یا مخنث یعنی صنف مخالف جیسے اعمال کی طرف رجحان رکھتا ہو، دونوں صورتوں میں بے قصور ہے۔ اس لئے کہ نہ تو اپنے جسم کو اس نے خود بنایا اور نہ ہی اس کے دل میں موجود رجانات، تخیل کی پیداوار ہیں۔ مگر جب ایسے لوگ گھروں میں جنم لیتے ہیں تو ظاہری عیب کی بناء پر پہلے ہی دن سے مسترد کر دیئے جانے والے مخنث بچو کو برادری اپنا لیتی ہے اور صنف مخالف جیسے افعال رکھنے والے مخنث کو اس کے اپنے خاندان سے طعن و تشنیع کا ایسا عذاب برداشت کرنا پڑ جاتا ہے کہ وہ گھروں سے بھاگ کر ہیجڑا برادری کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہوئے، ان کے دامن میں پناہ لے لیتا ہے۔

دونوں صورتوں میں ہیجڑے اپنے خاندانوں سے الگ ہو جاتے ہیں ان کے دکھ سکھ، پریشانیاں اور خوشیاں، ہیجڑے کے بغیر بھی منائی جاتی ہیں۔ حتی کہ جب تاجر امالی طور پر مضبوط ہو جائے جب بھی اسے اپنے گھر میں داخل ہونے میں اول روز جیسی مشکلات ہی پیش آتی ہیں۔ مگر خاندانی تقاریب میں ان کی شرکت ہمیشہ ناپسندیدہ اور شرمندگی کا باعث سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آٹے میں نمک کے برابر ہیجڑے ایسے ہیں جنہیں اپنے والدین کی وارثت میں سے حصہ ملا ہے۔ ہیجڑے خود بھی والدین کی جائیداد میں سے حصہ لینا پسند نہیں کرتے۔ وراثت میں حصہ ان کا معاشرتی، قانونی اور نہ ہی حق ہے جس سے محروم کر دیئے جانے کے باوجود نہ تو احتجاج کرتے ہیں نہ عدالت سے رجوع کرتے ہیں۔ وہ اپنے خاندان کو بدنامی سے بچانے کی خاطر عدالت جانے سے گریز کرتے ہیں۔

---

[1] سیف الرحمان رانا، درمیانے، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۲ء

ہیجڑے اپنے خاندانی وراثت سے محروم ہوتے ہیں۔ جبکہ گرو کو اپنا حقیقی سرپرست تصور کرتے ہیں۔ اس لئے گرو کی جائیداد میں اس کے چیلے حصہ دار ہوتے ہیں۔ گرو مرنے سے پہلے ہی وراثت تقسیم کر دیتا ہے۔ اور اس کا جانشین گرو تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے انتظامات سنبھالتا ہے۔ اس بنا پر اگر گرو کے مرنے کے بعد اس کے حقیقی وارث اس کی جائیداد میں حصہ طلب کریں تو یہ چیلے شدید احتجاج کرتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ ہر قسم کی جنگ کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اس طرح کا ایک کیس فیصل آباد میں سامنے آیا جب ہیجڑے کے حقیقی ورثا نے اس کی وراثت میں سے حصہ طلب کیا۔ معاملہ جب سول جج کی عدالت میں پہنچا تو قانونی بنیادوں پر کورٹ نے چیلوں کے حق میں فیصلہ سنایا کہ اگر ہیجڑے کے حقیقی وارث اس کی زندگی میں اسے مسترد کر چکے تھے تو اب انتقال کے بعد انہیں وراثت میں حصہ کے لئے دعوی کرنا زیب نہیں دیتا۔ ہاں اگر ہیجڑا خود چاہے اپنی جائیداد اپنے خاندان والے کو دے سکتا ہے۔ شوقیہ ہیجڑے جو محض رقم کے حصول یا اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہیجڑا برادری میں شامل ہو جاتے ہیں، اپنی پیشہ ورانہ زندگی کو اپنے خاندان والوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں خاندان میں وارث بھی بنایا جاتا ہے اور وہ اپنا مقررہ حصہ بھی وصول کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر والدین یا بہن بھائی خنثی کو گھر سے نکال دیتے ہیں، اس کا ایک سبب اسے حق وراثت سے محروم کرنا ہوتا ہے، ان کا یہ عمل حرام اور ظلم ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[1]

"بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔"

(وراثت) کے تحت خنثیٰ کے وارث ہونے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اگر خنثیٰ کی جنس واضح نہ ہو تو علماء کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں اسے کم از کم حصہ دیا جائے۔ مثال کے طور پر اگر وہ مرد ہو تو زیادہ حصہ ملے گا اور عورت ہو تو کم، لیکن جب فیصلہ نہ ہو سکے تو اسے وہ حصہ دیا جائے گا جو دونوں میں کم ہو تاکہ دوسرے ورثاء کا حق متاثر نہ ہو۔ اگر بعد میں صنف واضح ہو جائے تو وراثت کی تقسیم دوبارہ متوازن کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ مال باقی ہو۔[2]

---

[1] النساء:۱۰

[2] عبد الرحمن الجزیری، الفقه علی المذاهب الأربعة، دار الكتب العلمية، بیروت، جلد2، صفحہ 333–340؛ جلد4، باب الفرائض، صفحہ 45–70

قرآن مجید میں مخنث کا تذکرہ:

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِ هِنَّ وَيَحْفَظْنَ فَاذْ جَهُنَّ وَلَ يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَاءِ مِنْ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ هِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَنِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَاءِ هِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْنُهُنَّ أَوِ التَّبِعِينَ غَيْرَ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِالنِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ:

اے نبی ﷺ ایمان والوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور ایمان والیوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ سنگھار لوگوں کو نہ دکھاتی پھریں۔ ہاں مگر جو چیز کھلی ہے اور ڈال دیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر اور نہ کھولیں اپنی سنگھار مگر اپنے خاوند کے آگے، یا اپنے باپ کے آگے یا اپنے خاوند کے باپ کے آگے یا اپنے بیٹے کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھائی کے بیٹے کے یا اپنی بہن کے بیٹے کے آگے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے ہاتھ کے مال (غلام) یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے جن کو کوئی فاسد غرض نہ ہو یا ان لڑکوں کے جنہوں نے ابھی تک عورتوں کے بھید کو نہیں پہنچانا اور نہ ماریں اپنا پاؤں زمین پر کہ اپنا ناؤ سنگھار ظاہر ہو اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو تاکہ تم کو کامیابی ملے۔[1]

حدیث مبارکہ میں مخنث کا تذکرہ

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ سے ایسے بچے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں مردوں اور عورتیں دونوں کے اعضاء ہیں کہ اس شخص کو وراثت کی حیثیت سے دی جائے گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جس جگہ سے پیشاب کرے یعنی اگر مرد کی شرم گاہ سے پیشاب کرے تو اس پر مرد کے احکام لاگو ہوں گے بصورت دیگر عورت کے۔

وراثت کسی بھی فرد کے انتقال کے بعد اس کے ترکے کی تقسیم کا قانونی اور شرعی عمل ہے۔ پاکستان میں مخنث کمیونٹی کو وراثت کے حقوق حاصل کرنے میں کئی چیلنجز کا سامنا رہا ہے، تاہم حالیہ قانونی پیش رفتوں کے نتیجے میں ان کے حقوق کو زیادہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں ہم مخنث کی وراثت سے متعلق اسلامی، قانونی اور سماجی پہلوؤں پر تفصیل سے بات کریں

[1] النور ۳۱

اسلام میں وراثت کے اصول واضح طور پر طے کیے گئے ہیں، جو قرآن وحدیث پر مبنی ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ النساء میں وراثت کے اصول بیان کیے گئے ہیں، جن کے مطابق مردوں اور عورتوں کو وراثت میں حصہ دیا گیا ہے۔ مخنث کے وراثتی حقوق کے حوالے سے فقہ میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ عمومی طور پر، اگر کوئی مخنث جسمانی طور پر مرد کی خصوصیات رکھتا ہے تو اسے مرد کے مطابق حصہ ملے گا، اور اگر عورت کی خصوصیات رکھتا ہے تو عورت کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔ اگر جنس کا تعین نہ ہو سکے تو بعض فقہاء کے مطابق اوسط حصہ دیا جاتا ہے۔

پاکستان میں 2018 میں "ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظ حقوق) ایکٹ" منظور کیا گیا، جس کے تحت مخنث کو جائیداد میں مساوی حقوق دینے کی بات کی گئی۔ اس قانون کے مطابق، کوئی بھی مخنث جو اپنی شناخت قانونی طور پر رجسٹر کروا چکا ہو، اسے جائیداد میں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دوسرے مرد و خواتین کو دیے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ نادرا کے ذریعے ان کی جنس کا اندراج ہونے سے قانونی رکاوٹیں کم ہو گئی ہیں، اور اب وہ اپنے وراثتی حق کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ [1]

اگرچہ قانون سازی ہو چکی ہے، لیکن عملی طور پر مخنث کو وراثت کے حصول میں کئی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ بعض خاندان انہیں وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ کچھ کیسز میں وراثتی دستاویزات میں ان کا نام شامل ہی نہیں کیا جاتا۔ قانونی معاملات میں مخنث کو پیچیدہ عدالتی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اکثر وہ مالی وسائل کی کمی یا سماجی دباؤ کی وجہ سے اپنا حق حاصل نہیں کر پاتے۔ پاکستانی معاشرہ عمومی طور پر مخنث کو مکمل انسان کے طور پر قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہا ہے۔ انہیں نہ صرف وراثت بلکہ دیگر بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھا جاتا ہے۔ اکثر خاندان انہیں گھر سے نکال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنی وراثت کے حق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ مزید برآں، بعض مواقع پر وراثت کے معاملے میں دھوکہ دہی بھی دیکھنے میں آتی ہے، جہاں مخنث کی شناخت کو غلط طریقے سے پیش کر کے ان کے حصے کو ضبط کر لیا جاتا ہے۔ [2]

چونکہ مخنثین کو وراثت سے محرومی کا سامنا ایک سنگین سماجی و اخلاقی مسئلہ ہے، جس کی جڑیں معاشرتی تعصبات، خاندانی بے رخی اور شرعی احکام کے ناقص فہم میں پیوست ہیں۔ اگرچہ اسلامی تعلیمات واضح طور پر مخنث کو بھی وراثت میں جائز حصہ دینے کی بات کرتی ہے بے شک وہ صنف مرد یا عورت کے قریب ہو یا غیر واضح ہو مگر عملی طور پر اکثر خاندان انہیں جان بوجھ کر نظرانداز کر دیتے ہیں۔ پاکستان میں 2018 کے "ٹرانس جینڈر پرسنز ایکٹ" نے قانونی سطح پر ان کے حقوق تسلیم کیے، تاہم زمینی سطح پر عدالتی پیچیدگیاں، سماجی دباؤ اور معاشی محرومیاں انہیں اپنے حق سے دور رکھتی ہیں۔ مخنث افراد اپنی شناخت کے باعث پہلے ہی خاندان سے

---

[1] https://www.urduvoa.com/a/pakistan-senate-new-bill-for-transgender/4247776.html?utm_source=chatgpt.com

[2] https://urdu.nayadaur.tv/29-Aug-2020/8422

دور ہوتے ہیں، اور وراثت کے مطالبے کو اکثر خاندان کی "بدنامی" سمجھا جاتا ہے۔ یہ صورتحال نہ صرف اسلامی اصولوں سے انحراف ہے بلکہ انسانی حقوق کی بھی کھلی خلاف ورزی ہے۔

نکاح:

فقہاء نے خنثیٰ کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

(خنثیٰ غیر مشکل)

جس میں مرد یا عورت کی علامات غالب ہوں (مثلاً پیشاب کا راستہ، جنسی علامات)، تو اس کی نسبت اسی جنس کی طرف ہو گی اور اس کے مطابق نکاح کیا جائے گا۔

(خنثیٰ مشکل)

جس میں دونوں علامات برابر ہوں یا کچھ واضح نہ ہو، تو ایسے شخص کا نکاح روک دیا جاتا ہے جب تک طبی یا شرعی تحقیق سے صنف کا تعیّن نہ ہو جائے۔[1]

اگر خنثیٰ میں مرد یا عورت کی صفات غالب ہوں، تو وہ نکاح کر سکتا/ سکتی ہے اگر مردانہ صفات غالب ہوں تو عورت سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اگر زنانہ صفات غالب ہوں تو مرد سے نکاح جائز ہو گا۔

اسلامی فقہ کے مطابق ہم دیکھ چکے ہیں کہ خنثیٰ مشکل نکاح نہیں کر سکتا جب تک اس کی حالت کا مکمل علم نہ ہو جائے۔ نکاح کے مسئلے میں، خنثیٰ مشکل اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی صنفی شناخت واضح نہ ہو جائے، کیونکہ شریعت میں مرد اور عورت کے مابین نکاح کے مخصوص احکام ہوتے ہیں جن کا اطلاق ایک غیر واضح صنف پر ممکن نہیں۔ اسی طرح طہارت، نماز، اور روزے کے احکام میں فقہانے مختلف قیود و شرائط بیان کی ہیں تا کہ خنثیٰ مشکل کو بھی عبادات میں شریک رکھا جا سکے لیکن کسی فحاشی یا گناہ کے اندیشے سے بچا جا سکے[2]

---

[1] ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن أحمد. المغني. بیروت: دار الفکر، ج 6، ص 156

[2] عبد الرحمن الجزیری، الفقه على المذاهب الأربعة، دار الکتب العلمیة، بیروت، جلد 2، صفحہ 333–340؛ جلد 4، باب الفرائض، صفحہ 45–70

پاکستان میں ہیجڑا برادری اپنے رسوم ورواج کے مطابق ازدواجی زندگی کا تصور قائم کئے ہوئے ہے۔ جس میں شادیاں بھی ہوتی ہیں اور ازدواجی تعلقات بھی۔ ہیجڑے چونکہ خود کو عورتوں جیسا تصور کرتے ہیں اس لئے ان کے اندر مرد کے ساتھ مل کر ایک گھریلو زندگی گزارنے کی خواہش بہت شدت سے موجود ہوتی ہے۔ ہیجڑوں کے ہاں شادی کی تقریب کو سب سے بڑی خوشی تصور کیا جاتا ہے۔ ہیجڑے عام مرد وعورت کی طرح گھر تو نہیں بناسکتے مگر وہ اس گھر کے افراد جیسا روپ بھر لیتے ہیں۔ ایک ہیجڑے کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنے والے لوگ عموماً 4 قسم کے ہوتے ہیں۔

گریہ: ہیجڑے کا پسندیدہ مرد، جس کے ساتھ وہ دن رات گزارتا ہے۔ گریہ کے لئے ہیجڑا اپنا سب کچھ وقف کر دیتا ہے۔
پارک: ہیجڑے کا خاوند جس کے ساتھ باقاعدہ نکاح پڑھوایا جاتا ہے اور اس رشتے میں ہیجڑا بطور بیوی مرد کی خدمت کرتا ہے۔
عاشق: ایسا مرد جو ہیجڑے کے ساتھ کچھ وقت گزارتا ہے جس کے عوض ہیجڑا اس سے معاوضہ لیتا ہے۔ اسے چاوکا بھی کہا جاتا ہے۔
ہتھ پھڑائی: کسی مخصوص مرد کے ساتھ بطور بیوی معین وقت گزارنا ہتھ پھڑائی کہلاتا ہے۔ یہ متعہ (contract marriage) کی طرز پر کیا جانے والا معاہدہ ہے۔ اس مدت میں ہیجڑے کے تمام اخراجات مرد کے ذمے ہوتے ہیں۔ گریہ کے ساتھ ہیجڑے شادی کی طرح زندگی گزارنے کا عہد کرتا ہے مگر اسکے لئے نکاح پڑھنا ضروری نہیں۔ گریہ ہیجڑے کو ہر لحاظ سے اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ اگر گریہ مالی لحاظ سے مضبوط ہو تو ہیجڑے کو بدکاری سے روکنے کے لئے اس کے سارے اخراجات اُٹھاتا ہے۔ ہیجڑا گریہ کے انتخاب میں گہری چھان بین کرتا ہے۔ اس کی مالی حیثیت، مزاج، مشاغل اور جنسی قوت کے متعلق معلومات اکٹھی کرتا ہے۔
اور اگر گریہ کے ساتھ رہتے ہوئے اسے محسوس ہو کہ گریہ اسے خوش نہیں رکھ سکتا تو وہ اس سے علیحدگی اختیار کرلیتا ہے۔ اس عمل کو طلاق بھی کہا جاتا ہے۔ پارک کا تعلق زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ پارک کے معنی خاوند ہے۔ پارک کے ساتھ ہیجڑا باقاعدہ نکاح پڑھوا کر بطور میاں بیوی ایک گھر کی تشکیل کرتا ہے۔ ماضی میں میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے زندگی گزارنے کا عہد پیدائشی کھسری اور مرد کے درمیان ہوا کرتا تھا لیکن اب زربان اور شوقیہ کھسرے بھی اس قسم کے بندھن میں گرفتار ہونا پسند کرتے ہیں۔ جن کی ہیجڑا برادری میں بہت زیادہ تشہیر کی جاتی ہے۔ شریف اور پاکباز ماحول کی خواہش رکھنے والا ہیجڑا پارک کی پابندی قبول کرتا ہے۔ عام ہیجڑے اسے بار سمجھتے ہیں مگر جو ہیجڑا اس بندھن میں بندھ جاتا ہے وہ اسے ہر حال میں نبھاتا ہے۔ لڑائی جھگڑے سے گریز کرتا ہے۔ اگر جھگڑے کی نوبت آجائے تو ہیجڑا برادری مل کر تصفیہ کرواتی ہے۔ اگر گریہ اسے چھوڑ کر فرار ہو جائے تو ہیجڑا اس کا پیچھا کرتا ہے اور اگر ہیجڑے کو اس معاملے میں دھوکہ ہو جائے تو وہ دوبارہ شادی کے بندھن میں بندھنے سے گریز کرتے ہیں۔ عاشق کی اہمیت

ہیجڑے کی زندگی میں پارک اور گریہ سے کم ہوتی ہے۔ ہیجڑے کے ایک وقت میں کئی عاشق ہوتے ہیں۔ تماش بین چند لمحوں میں لطف اندوز ہو کر ہیجڑے کو چھوڑ دیتا ہے مگر عاشق، تماش بین کی نسبت زیادہ وقت گزارتا ہے۔[1]

اگر کسی تماش بین چند لمحوں میں لطف اندوز ہو کر ہیجڑے کو چھوڑ دیتا ہے مگر عاشق، تماش بین کی نسبت زیادہ وقت گزارتا ہے۔ اگر کسی ہیجڑے کا پارک یا گریہ ہو تو وہ عاشقوں کے جھنجھٹ سے دور رہنا ہی پسند کرتا ہے۔ مگر آج کل مالی حالات اور اخلاقی گراوٹ کی بنا پر شوقیہ ہیجڑے ایسی پابندیوں کو قبول کرنے سے بہتر سمجھتے ہیں کہ عشاق کی لمبی فہرست بنائی جائے تاکہ کم وقت میں زیادہ مال کمایا جاسکے۔

ہیجڑے اپنے اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے، کہ ہم عورتوں کی نسبت زیادہ بہتر طریقے سے گھر کا نظام چلا سکتے ہیں، شادی کی پابندی قبول کرتے ہیں۔ ہیجڑے اور پارک کی شادی کی تقریب بہیت اہمیت اور خوشی کا دن ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے پارک اپنا پیغام نکاح لے کر گرو کے پاس آتا ہے۔ گرو اپنی عقل و فہم اور سابقہ تجربات کی بنا پر اور ہیجڑے کی مرضی معلوم کرتے ہوئے پیغام نکاح کو قبول کرتا ہے۔ اس موقع پر دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نکاح کے دن کے لئے عموماً رات کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔ شادی کی رسومات، پاکستانی معاشرے کی رسومات جیسی ہی ہوتی ہیں۔ مایوں، تیل مہندی، بارات اور نکاح۔ طے شدہ تاریخ سے ہفتہ قبل ہیجڑے کو مایوں بٹھا دیا جاتا ہے۔ مایوں کی رات ڈھولک کی تھاپ اور ابٹن کی رسومات نمایاں اہمیت رکھتی ہیں۔ ان ایام کے دوران دلہن کو گھریلو کاموں سے روک دیا جاتا ہے۔ شادی کے تمام اخراجات، دلہن کا پہناوا، طعام، تحائف، رقص کے لوازمات گریہ برداشت کرتا ہے۔ گریہ بارات سے ایک یا دو روز قبل مہندی لے کر آتا ہے۔ گرو اپنے مہمانوں کو خصوصی تحائف دیتا ہے۔ مہندی کی رسم کے لئے سٹیج بنایا جاتا ہے۔ جہاں پہلے لڑکے اور لڑکی والوں کے درمیان ناچ گانے کا آغاز ہوتا ہے۔

نکاح کی طرح ہیجڑوں کے ہاں طلاق بھی ہوتی ہے لیکن وہ ظاہر ہے کہ ان اصول وضوابط کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہوتی۔ ہیجڑا ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اپنے پارک کو دل وجان سے راضی رکھے۔ وہ عورت سے بڑھ کر اس کی خدمت کرتا ہے چونکہ یہ رشتہ غیر فطری بنیادوں پر قائم ہوتا ہے اس لئے اس کی پائیداری کی ضمانت بھی نہیں دی جاسکتی۔ زیادہ تر پارک جو کہ ایک مکمل مرد ہے، اس غیر فطری رشتے سے اکتا جاتا ہے اور کبھی کبھار ہیجڑا خود بھی ایسی گھریلو ذمہ داری کو بوجھ سمجھنے لگتا ہے۔

ایسی صورت میں پارک اس سے تعلق منقطع کر دیتا ہے اور یہی عمل طلاق کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ہیجڑا چاہے تو کسی اور کو پارک بنا سکتا ہے۔ زیادہ تر ہیجڑے ایسے تلخ تجربے کے بعد شادی کی پابندی سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔[2]

---

[1] Scott Siraj al-Haqq Kugal, Homosexuality in Islam: Critical Reflection on Gay, Lesbian, and Transgender Muslims, (Oxford, UK: Oneworld Publications, 2010), 254.

[2] سیف الرحمان رانا، درمیانے، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۲ء

جیسا کہ محققین کی ازدواجی زندگی کا معاملہ فقہی اور سائنسی دونوں پہلوؤں کا محتاج ہے اس لیے اسلامی قانون میں خنثیٰ کے نکاح کو اس وقت تک موخر کیا جاتا ہے جب تک جنسی شناخت واضح نہ ہو جائے۔ جدید دور میں طبی تحقیق سے مدد لی جاتی ہے، مگر شریعت کی شرط ہے کہ نکاح میں دھوکہ یا فریب نہ ہو، اور شریکِ حیات کی رضامندی شامل ہو۔

خلاصہ بحث

رب تعالی کی تخلیقات میں سے ایک منفرد تخلیق مخنث ہے جو نہ مکمل طور پر مرد ہوتا ہے اور نہ ہی عورت۔ ہمارے معاشرے میں ایک بہت بڑی تعداد ان افراد کی ہے جنہیں ہم مخنث کہتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایک بہت بڑی تعداد ان افراد کی ہے۔

مخنث بچوں کی تعلیم وتربیت عام بچوں سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ انہیں اکثر معاشرتی تعصب، نفرت اور نظر اندازی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عام بچوں کو خاندان، اسکول اور معاشرے کی مکمل حمایت حاصل ہوتی ہے، جب کہ مخنث بچوں کو یہ سہولیات بہت کم میسر آتی ہیں۔ اس فرق کی وجہ سے مخنث بچے تعلیم میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور ان کی شخصیت پوری طرح نکھر نہیں پاتی۔ مگر کچھ والدین مخنث بچوں کو مکمل محبت، قبولیت اور سپورٹ دیتے ہیں۔ ایسے والدین اپنے بچے کو عام بچوں کی طرح تعلیم، تربیت اور مواقع فراہم کرتے ہیں۔ وہ معاشرے کی پروا کیے بغیر بچے کی شناخت کو تسلیم کرتے ہیں ایسے والدین مثال بن کر دوسروں کو بھی سبق دیتے ہیں۔

مخنثین اپنے خاندانی وراثت سے محروم ہوتے ہیں۔ مخنث جو اپنی شناخت قانونی طور پر رجسٹر کرواچکا ہو، اسے جائیداد میں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دوسرے مرد وخواتین کو دیے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ نادرا کے ذریعے ان کی جنس کا اندراج ہونے سے قانونی رکاوٹیں کم ہوگئی ہیں، اور اب وہ اپنے وراثتی حق کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔

باب سوم

پاکستان میں مخنثین کی قانونی حیثیت اور عصری جائزہ (انٹرویوز)

فصل اول: پاکستان ایکٹس اور مخنثین

فصل دوم: مخنثین کو درپیش سماجی مسائل (interview analysis)

فصل اول

پاکستان ایکٹس اور مخنثین

اسلامی قوانین کے مطابق وہ جرائم جن کی سزا قرآن مجید میں بیان ہے وہ حد کہلاتے ہیں۔ جیسے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ جو قرآن مجید میں مقرر ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام جرائم جن کے ارتکاب پر ملکی قوانین کے تحت عملدرآمد کیا جاتا ہے وہ جرائم "تعزیر" کہلاتے ہیں۔ اور وہ تمام جرائم جن کی تعریف و سزا قانون ساز اسمبلی بیان کرتی ہے "تعزیری قوانین" کہلاتے ہیں۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان بھی ان تمام جرائم اور سزاؤں پر مشتمل ہے جو غیر منقسم ہندوستان کے لئے برطانوی قانون ساز کونسل نے ۱۸۶۰ء میں منظور کئے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستانی قانون ساز اسمبلی نے کچھ ترامیم کے بعد ان قوانین کو منظور کر لیا اور اس کا نام "مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء" رکھا گیا۔ جس کا اطلاق پاکستان کے ہر شہری پر ہوتا ہے۔[1]

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ا کے مطابق مرد اور عورت کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے، مخنث ان دونوں تعریفوں پر پورا نہیں اترتا۔ دفعہ 10 میں یہ تعریفیں یوں بیان کی گئی ہیں۔ لفظ مرد سے مراد کوئی بھی مذکر انسان خواہ کسی بھی عمر کا ہو اور لفظ عورت سے مراد کوئی بھی مؤنث انسان خواہ وہ کسی بھی عمر کی ہو البتہ دفعہ 11 میں پرسن یا شخص کی جو تعریف ملتی ہے اس میں خنثیٰ کو کسی حد تک شامل کیا جاسکتا ہے۔ گویا مخنث بھی دیوانی نقطہ نظر سے قانونی شخصیت ہے۔ وہ کسی پر بھی دعویٰ کر سکتا ہے اور اس پر بھی دعویٰ ہو سکتا ہے۔ اس کے وہی دیوانی حقوق ہیں جس طرح عام شہری کے حقوق ہیں۔ لہذا ہر ایسا فعل جس کی سزا لتعزیرات پاکستان کے مطابق موجود ہے، اگر مخنث سے سرزد ہوتا ہے تو وہ بھی قانون کے تحت مجرم تصور ہو گا اور عام مرد یا عورت کی طرح مستوجب سزا ہو گا۔

مبحث اول: ٹرانس جینڈر ایکٹ پاکستان 2018

اس ایکٹ کی رو سے مرد اور عورت اپنے احساسات و جذبات کی بنیاد پر اپنی مرضی سے شناختی کاغذات میں اپنی جنس تبدیل کر سکتے ہیں اور نادرا NADRA کو اس جنسی تبدیلی کا پابند بنایا گیا۔ ہم جنس پرست تحریک 1920ء میں منظم ہوئی اور مختلف ممالک میں رفتہ رفتہ اپنے مقاصد مکمل کرتی رہی۔ ان کا جھنڈا بنا اور انہیں قانونی حیثیت ملی۔ بھارت میں گزشتہ چند سالوں سے ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ حاصل ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت 113 ممالک میں ہم جنس پرستی کو حکومتی اور قانونی سرپرستی حاصل ہے۔ پاکستانی

---

[1] انسانی حقوق، کشور سلطانہ، (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء)

مسلم معاشرے کو اسلامی اقدار سے دور کرنے کے لئے ٹرانس جینڈر ایکٹ لایا گیا۔[1] 2018 میں بڑی ہوشیاری کے ساتھ ایک بل تیار کیا گیا، جسے بظاہر مخنثین کو ان کے حقوق دلانے کا نام دیا گیا، جسے ٹرانس جینڈر ایکٹ کہا گیا، لیکن گہری سوچ سے ہم جنس پرستی کو پروموٹ کرنے والی شقات کو اس میں شامل کیا گیا۔[2] ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں :

مخنثین سے ہمدردی کے نام پر ایسا قانون ہماری پارلیمنٹ سے پاس کر الیا، جس کے نتیجے میں جنس پرستی، غلام بازی، ہم جنس پرستی، فحاشی و عریانی کو فروغ ملے اور اسلام کے نکاح اور وراثت کے قوانین بے معنی ہو جائیں۔[3]

مغربی ایجنڈا سے سرشار ٹرانس جینڈر تحریک (Transgender movement)، جو دراصل ہم جنس پرست تحریک ہے۔ یہ تحریک مسلم معاشروں میں بھی کھلے عام جاری و ساری ہے۔ اس پریشان کن صورتحال میں نہایت ضروری ہے کہ اسلامی تہذیب کے تحفظ کی تدبیر کرنا اور غیر فطری فعل ہم جنس پرستی) کی روک تھام میں کردار ادا کرنا ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

سروے کے مطابق مخنث TG-RSH کا کہنا ہے کے:"عدالتوں کے اندر ہمارے حقوق کے بارے میں بہت زیادہ باتیں کی گئ ہیں جو ا ینجویز وغیرہ چلاتے ہیں وہ آگے خواجہ سروں کے حقوق بتاتے ہوں گے ان سے ذکر کرتے ہوں گے مگر ہمیں اس کے بارے میں کو ئی بھی معلوم نہیں ہے کیونکہ ہم اپنا گھروں کا رینٹ ہی دینے میں مصروف ہوتے ہیں ناچ گانا کر کے مانگ تانگ کے تو ہم وہ رینٹ پورا کرتے ہیں اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور حل نہیں ہوتا کہ ہمیں ان چیزوں کے بارے میں معلوم ہو اور نہ ہی ہم اتنے زیادہ پڑھے لکھے ہیں کہ عدالتی فیصلے جو ہوئے ہیں ہمارے لیے ہمیں اس کے بارے میں پتہ ہو"۔

سروے کے مطابق مخنث TG-ROB کا کہنا ہے کے:"پاکستان کے اندر ہمارے حقوق کے بارے میں کافی زیادہ بات کی گئ ہے اور اس کے حوالے سے کافی زیادہ ا ینجویز بنائی گئ ہیں مگر آج تک جو بھی حکومت نے ہمارے لیے کام کیا ہے ہمارے حقوق کے لیے جو بھی حکومت نے کام کیا ہے وہ ہم تک کچھ بھی نہیں آیا ہاں ایک ہمارے لیے فائدہ ہوا ہے کہ ہمیں اتنا حق دیا گیا تھا کہ ہم اپنے شناختی کارڈ پہ اپنا نام لکھوا سکیں ہم اپنا جینڈر چینج لکھوا سکیں مگر افسوس جب ہم آفس میں جاتے ہیں تو وہ ہمیں صرف ایک ہی جھنڈر کا حکم دیتے ہیں کہ آپ نے صرف مرد لکھوانا ہے اس کے علاوہ ہمیں اپنا جینڈر لکھنے کا موقع نہیں ملتا اور اجازت نہیں ملتی اس کے علاوہ ہمارے ساتھ معاشرے کے اندر ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے ہمارے لیے جو پہلے ہوتا تھا عدالتی فیصلوں کے پیش نظر ہمیں کوئی زیادہ فائدہ

---

[1] کوہاٹی، محمد طفیل، مملکت خداداد میں سدومیت کی راہ ہموار کرنے کی تدبیریں، (پشاور: سہ ماہی مجلہ البیان، جلد،2، شمارہ 2)،1444ھ)،9۔

[2] الیاس گھمن، مولانا، ٹرانس جینڈر / ہم جنس پرستی اور اسلامی تعلیمات (سرگودھا: خانقاہ حنفیہ مرکز اہل السنہ 2022)4

[3] محمد امین، ڈاکٹر، ٹرانس جینڈر قانون اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت ، 88

نہیں ہوا ہم اسی طرح معاشرے کے اندر رہتے ہیں جس طرح ہم پہلے رہتے ہوتے تھے جو بھی فائدہ ہوا ہے وہ ہم سے بڑے خواجہ سراؤں کو ہوا ہو گا یا جو امیر ترین خواجہ سرا ہیں ان کو ہوا ہو گا ہمیں تو نہ کبھی کچھ ملتا ہے اور نہ ہی ہمیں اس چیز سے کوئی فائدہ ہوا ہے۔"

سروے کے مطابق مخنث TG-ALH کا کہنا ہے کے:"ہم جس معاشرے کے اندر رہتے ہیں وہاں پہ تیسری جنس ہونا ہی بہت بڑی بات ہوتی ہے اور رہی بات حکومت کی تو حکومت نے بہت زیادہ اقدامات کیے ہیں اور ہمیں یہاں پہ رہنے کا حق دیا گیا ہے جس طرح اور لوگ یہاں پہ رہتے ہیں اس طرح ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی آزادی کے ساتھ یہاں پہ رہیں اس معاشرے کے اندر رہیں اور ہمارے حقوق کے لیے بھی حکومت نے حکومتی عدالتوں میں بہت زیادہ بات کی گئ ہے اور پاکستانیوں میں جو فیصلے ہمارے حقوق کے لیے کیے گئے ہیں ان پہ عمل بھی ہوتا ہے مگر ان خواجہ سراؤں کے لیے جو ہم سے بڑے طبقے کے ہیں ہمیں کبھی کچھ نہیں ملا بے شک آپ ہمارے ساتھ جڑے لوگوں سے پوچھ سکتے ہیں خواجہ سرا جو ہیں ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ ہمیں آج تک ایک روپے تک نہیں دیا گیا اور نہ ہی ہمارے لیے کچھ اس طرح کا اقدامات کیے گئے ہیں جس سے ہمیں کوئی فائدہ ملے جہاں جاتے ہیں وہاں پہ دھکے کھانے کو ملتے ہیں بے عزتی ملتی ہے ہمیں بری نظروں سے دیکھا جاتا ہے اس کے علاوہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک بھی نہیں کیا جاتا اور معاشرے کے اندر جس طرح ہم پہلے رہتے تھے ہم ویسے ہی رہتے ہیں وہی مانگ کہ اپنا گزارا کرتے ہیں حکومت نے یا پاکستانی عدالتوں میں مخنثین کے جو بھی حقوق بیان کیے گئے ہیں وہ ہمیں آج تک نہیں دیے گئے"۔

سپریم کورٹ آف پاکستان رپورٹ کا تجزیہ (2010)

آئین میں مخنثین کو عام شہری ہونے کی حیثیت سے جو حقوق عطا ہوئے وہ اپنی جگہ مگر بدقسمتی سے پاکستانی معاشرے میں انہیں کبھی باعزت مقام نہیں مل سکا۔ برسوں تک خنثی کا اپنا شناختی کارڈ تک نہیں بن سکا۔ ان کے لئے بنائے گئے شناختی کارڈ پر مرد ہی لکھا جاتا قطع نظر اس کے کہ کہ وہ مرد کی نمایاں خصوصیات رکھتا ہے یا نہیں۔ تعلیمی اداروں سے لے کر روزگار کے مراکز تک انہیں تیسری جنس بلکہ اچھوت سمجھ کر ہمیشہ حقارت کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہاں تک کہ پاکستان میں اب تک ان کی درست تعداد کا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔ ۲۰۰۹ء میں ٹیکسلا خنثی رقاص کے گروہ کے ۱۸ افراد کو پولیس تشدد اور بے حرمتی کا شکار ہونا پڑا۔ اس کے بعد خنثی کے اندر بھی اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس واقعے کو بنیاد بنا کر خنثی برادری کے ایک گرو بندیا رانا نے سپریم کورٹ میں ایک پیٹیشن داخل کی۔ اس کیس کی پیروی اسلامی قانون میں ماہر وکیل اسلم خاکی نے کی جن میں ان کا مطالبہ یہ تھا کہ

۱۔ انہیں تیسری جنس تصور کرتے ہوئے شناختی کارڈ میں ان کے لئے الگ خانہ بنایا جائے۔

۲۔ انہیں پاکستانی شہری ہونے کے ناطے تمام بنیادی حقوق تعلیم، صحت اور باعزت روزگار فراہم کیا جائے۔

سپریم کورٹ میں کیس کی سماعت ۲۰۱۰ء کے وسط تک جاری رہی۔ منصفین میں چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری، جسٹس اعجاز احمد اور جسٹس محمود اختر شامل تھے۔ جون ۲۰۱۰ء میں سپریم کورٹ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ ا۔ محکمہ برائے معاشرتی فلاح و بہبود کے سیکریٹری پورے ملک سے ان کے کوائف اکٹھے کر کے ان کی درست تعداد سے آگاہی دیں۔ چاروں صوبوں میں باقاعدہ رجسٹریشن کر کے رپورٹ بنائی جائے جس میں اس بات کا پتہ لگایا جائے کہ والدین خود ایسی اولاد کو خوشی سے خنثی برادری کے حوالے کرتے ہیں یا کسی دباؤ کے تحت ایسا کرتے ہیں؟ ان کے لئے شناختی کارڈ میں الگ خانہ بنایا جائے ۱۶ نومبر ۲۰۱۰ء کو الیکشن کمیشن برائے پاکستان کو حکم دیا گیا کہ تمام خنثی افراد کے کوائف اکٹھے کر کے ان کے ووٹ بنائے جائیں تا کہ وہ ۲۰۱۳ء کے انتخابات میں حق رائے دہی استعمال کر سکیں۔[1] گو کہ ان تمام احکامات کی بنا پر ابھی تک باقاعدہ قانون سازی نہیں کی گئی لیکن انہیں قانون سازی کی طرف پہلا قدم ضرور کہا جاسکتا ہے۔

سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو تمام خنثی برادری نے سراہا اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اپنے حقوق کی ابتدا قرار دیا ہے انہی احکامات کے پیش نظر نادرا نے خنثی افراد کے لئے از سر نو شناختی کارڈ بنانے کا آغاز کر دیا۔ خنثی کے شناختی کارڈ میں صنف کے خانے میں خنثی تحریر کیا گیا ہے جبکہ غالب مردانہ خصوصیات رکھنے والے خنثی کی صنف میں خنثی کے آگے مرد اور اس کے برعکس صورتحال میں عورت لکھا گیا ہے۔

جنس خنثی مرد (خواجہ سرا)

جنس خنثی عورت (زنخا)

لیکن مخنث اور زنخا لکھے جانے کا ریکارڈ صرف نادرا کے پاس محفوظ ہے۔ شناختی کارڈ میں اسے تحریر نہیں کیا گیا۔ نادرا اس وقت تک وہ واحد اور پہلا ادارہ ہے جس نے شناختی کارڈ بننے کے ساتھ ہی خنثی افراد کو اپنے ادارے میں روزگار کی سہولت پیش کی ہے۔ اس تبدیلی کی بنیاد پر ۲۰۱۳ء کے انتخابات میں پہلی مرتبہ ایک خنثی بندیارانا نے امیدوار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ جو کہ خنثی کے حقوق کی جنگ میں بڑی کامیابی تصور کی جارہی ہے۔

سروے کے مطابق مخنث TG-TUB کا کہنا ہے کہ: "پاکستان کے اندر اگر ہم اپنی مجموعی تصویر دیکھیں پاکستان نے ہمیں رہنے کے لیے جگہ دی کئی لوگوں نے ہمیں عزت دی اور کئی لوگوں نے ہمیں بیعزت کیا مگر زیادہ تر لوگ ہمیں حقارت کی نظر سے ہی دیکھتے

[1], Sumaira Jaja، Herald Beta، Unequal Citizen،Dec 15،2011

ہیں کچھ سال پہلے بھی لوگوں کی یہی نظر تھی اور آج بھی لوگ ایسے ہی نظروں سے دیکھتے ہیں اگر ہم کہیں کہ ہمارے لیے حکومت نے بہت زیادہ اقدامات کیے تو اس میں کچھ غلط نہیں ہے مگر ان پرُ عمل نہیں کیا گیا اگر عمل کیا گیا ہے تو ہم سے بڑے لوگوں پر کیا گیا انہی کو ہی سب کچھ ملتا ہے ہمیں تو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ ہم لوگ نادرہ آفس میں جا کے اپنا شناختی کارڈ بنوا سکیں"۔

چونکہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے 2010ء کے فیصلے نے مخنث افراد کو شناخت، حق رائے دہی، اور بنیادی انسانی حقوق دینے کی طرف عملی قدم اٹھایا، جو ایک تاریخی پیش رفت تھی۔ یہ فیصلہ پاکستانی عدالتی تاریخ میں پہلی بار مخنث برادری کو بطور "تیسری جنس" تسلیم کرتا ہے۔ نادرا کی جانب سے مخصوص شناختی کارڈ اور روزگار کے مواقع نے اس فیصلے کو عملی شکل دی، اگرچہ قانون سازی تاحال مکمل نہیں ہوئی۔ یہ عدالتی اقدام نہ صرف ریاستی اداروں کی توجہ کا باعث بنا بلکہ مخنث برادری کے لیے امید اور خود اعتمادی کی نئی راہیں کھولنے والا سنگِ میل بھی ثابت ہو۔

مبحث دوم: آئین پاکستان ۱۹۷۳

مخنثین کو بطور پاکستانی شہری ہونے کے وہی حقوق حاصل ہیں جو پاکستان کے کسی بھی شہری کو حاصل ہیں۔ ذیل میں آئین اور تعزیرات پاکستان کی روشنی میں ان کے حقوق کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ آئین پاکستان کے تحت ہر پاکستانی شہری کو درج ذیل حقوق حاصل ہیں۔

ا۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 کی رو سے کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ ماسوائے جب قانون اس کی اجازت دے۔ اس شق کی رو سے مخنث کو زندہ رہنے کا پورا حق حاصل ہے اور کوئی زبردستی اس کی آزادی سلب نہیں کر سکتا۔

۲۔ آرٹیکل ۲ کی رو سے ہر شہری خواہ کہیں بھی ہو، اس کا ناقابل انتقال حق ہیکہ اسے قانونی تحفظ حاصل ہو۔ کوئی ایسی کارروائی نہ کی جائے جو کسی شخص کی جان، آزادی، جسم، شہرت یا اطلاق کے لئے مضر ہو، نہ ہی کسی کو کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور کیا جائے جس کا کرنا اس کیلئے قانوناً ضروری نہ ہو۔ اس آرٹیکل کے مطابق مخنث کو کسی قسم کا جانی یا مالی نقصان پہنچانا، انسانی و شہری حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ پاکستان میں جہاں بھی پیسہ کمانے کی خاطر مخنث کو جنسی کارکن بننے یا بھیک مانگنے پر مجبور کیا جاتا ہے وہ اس آرٹیکل کی صریح خلاف ورزی ہے۔

سروے کے مطابق مخنث TG-TUB کا کہنا ہے کے :"عدالتوں کی اگر بات کی جائے تو ہمارے بارے میں کافی زیادہ اقدامات کیے گئے ہیں مگر سچی بات ہے کہ ہمیں عدالت کی طرف سے کبھی بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا اگر بات ساجیات کی کی جائے یا معاشرے میں لوگوں کی کی جائے تو معاشرے کے لوگوں کا وہی برا سلوک ہوتا ہے اور ہم نوکری نہ ہونے کی وجہ سے ناچ گانا یا مانگ کر ہی ہم گزارا کرتے ہیں اور پاکستانی عدالتوں میں ہمارے حقوق کے بارے میں جو بات کی گئی ہے ہمارے شناختی کارڈ کے بارے میں بات کی گئی ہے

کہ ہم اپنا جنس اپنی مرضی کے ساتھ لکھوا سکتے ہیں وہ صرف کاغذ کی حد تک ہوتا ہے ہمیں اپنی مرضی سے جنس لکھنے کی اجازت نہیں ہوتی اور ہمارے وراثت کے بارے میں جو بات کی گئی ہے ہمیں وراثت میں کوئی حقوق نہیں دیا جاتا بلکہ ہمیں گھروں سے نکال دیا جاتا ہے اس کے علاوہ ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا"۔

۳۔ آرٹیکل 11 کی رو سے پاکستان کے کسی شہری کو بیگار (زبردستی بامعاوضہ جسمانی مشقت) پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ بیگار کی تمام صورتوں اور انسانوں کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مخنث سے بھی زبردستی کسی قسم کی جسمانی مشقت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ آرٹیکل ۱۴ کے تحت شرف انسانی قابل حرمت ہونے کی بنا پر مخنث اس بات کا پورا حقدار ہے کہ بطور انسان اس کی عزت اور اکرام کیا جائے اور اس کی عزت نفس کو کسی قسم کی ٹھیس نہ پہنچائی جائے۔

۵۔ آرٹیکل ۱۵ کے تحت مخنث کو نقل و حرکت کی پوری آزادی دی گئی ہے۔[1]

مذہبی حقوق

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت ہر پاکستانی شہری کو درج ذیل حقوق حاصل ہیں۔

۱۔ آئین کے آرٹیکل ۳۱ کے تحت پاکستان کے تمام مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیاں اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور انہیں ایسی سہولیات مہیا کرنے کے اقدامات کئے جائیں جن کی مدد سے قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

۲۔ آئین کے آرٹیکل ۲۰ کے مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی ہر شہری کا حق ہے۔

آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے مطابق

ان آرٹیکل کے تحت

۱۔ مخنث اپنی مرضی سے مذہب اختیار کر سکتا ہے۔

۲۔ اپنے مذہب کو سمجھنے، اور اس پر عمل کرنے میں مخنث پر کوئی پابندی نہیں۔

---

[1] مجموعہ قوانین تعزیرات پاکستان ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء، مترجم: وزارت قانون و انصاف و پارلیمانی امور، حکومت پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء

۳۔ دین کے معاملے میں مخنث کے ساتھ کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائے گا۔

شہری حقوق

ا۔ آرٹیکل ۱۸ کے تحت ہر شہری کو کوئی جائز پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے اور کوئی جائز تجارت یا کاروبار کرنے کا حق حاصل ہے۔

۲۔ آرٹیکل ۲۳ کے تحت دستور اور مفاد عامہ کے پیش نظر، قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع ہر شہری کی طرح، خنثیٰ جائیداد حاصل کرنے، قبضہ میں رکھنے اور فروخت کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۳۔ آرٹیکل ۲۴ کے تحت ہر شہری کی طرح، کو اس کی جائیداد سے نہ ہی محروم کیا جاسکتا ہے، نہ ہی کوئی جائیداد مخنث خود اس آرٹیکل کی رو سے، پاکستان میں زبردستی حاصل کے قبضہ میں لے سکتا ہے۔

اس آرٹیکل کی رو سے پاکستان کو ایک گناہ تصور کرتے ہوئے والدین کا اپنے گھروں سے نکال دینا اور جائیداد سے محروم کردینا آئین کے خلاف ہے۔

۴۔ آرٹیکل ۲۵ کی رو سے تمام شہری بلاامتیاز قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی طور پر حقدار ہیں۔ محض جنس کی بنا پر مخنث سے کوئی امتیازی سلوک نہیں برتا جاسکتا۔

۵۔ آرٹیکل ۲۷ کے تحت ملازمتوں میں امتیاز کے خلاف تحفظ ہر شہری کا حق ہے۔ کسی شہری کے ساتھ جو بہ اعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ اس آرٹیکل کی رو سے، مخنث کے متعلق یہ گمان رکھنا کہ وہ محض جنسی کارکن جنس کی بنا پر دیگر شعبوں کے دروازے بند رکھنا آئین کے خلاف ہے۔[1]

۶- آرٹیکل ۲۷ کی رو سے مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مخنث کے لئے فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو ممکن الحصول بنا پر مساوی طور پر قابل دسترس بنائے گی۔ اس آرٹیکل کے تحت تعلم کا حصول مخنث کا بنیادی حق ہے اور اس تک رسائی مملکت کی ذمہ داری ہے۔

۷۔ آرٹیکل ۲۶ کی رو سے تمام مقامات میں داخلہ سے متعلق مخنث عدم امتیاز کا حقدار ہے۔ عام تفریح گاہوں میں جمع ہونے، آنے جانے کے لئے کسی کے ساتھ محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

---

[1] جموعہ قوانین تعزیرات پاکستان ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء، مترجم: وزارت قانون و انصاف و پارلیمانی امور، حکومت پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء

۸۔ آرٹیکل ۲۷ کی رو سے مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عصمت فروشی، قمار بازی، ضرر ساں ادویات کے استعمال فحش ادب اور اشتہارات کی طباعت، نشر و اشاعت اور نمائش کی روک تھام کرے، نشہ آور مشروبات کے استعمال کی روک تھام کرے۔ اگر خنثی جنسی کارکن بن جائے تو اس میں بڑی وجہ ماحول اور فحش ادب کی نشر و اشاعت اور نمائش کا ہاتھ ہو گا۔ لہٰذا یہ مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے اذہان کو غلط رخ پر مائل ہونے سے روکے۔

۹۔ آرٹیکل ۳۸ کی رو سے عوام کی معاشی اور معاشرتی فلاح و بہبود مملکت کی ذمہ داری ہے۔ تمام شہریوں کے لئے ملک میں دستیاب وسائل کے اندر معقول آرام اور فرصت کے ساتھ مناسب روزی کی سہولتیں مہیا کرے۔

۱۰۔ ان تمام شہریوں کے لئے جو کمزوری، بیماری یا بے روزگاری کے باعث مستقل یا عارضی طور پر روزی نہ کما سکتے ہوں، بلا لحاظ جنس، ذات المذہب یا نسل، بنیادی ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش تعلیم اور طبی امداد مہیا کرے۔

چونکہ آئین پاکستان 1973ء مخنث افراد کو دیگر شہریوں کے برابر تمام بنیادی، قانونی، مذہبی اور معاشی حقوق فراہم کرتا ہے، لیکن عملی سطح پر ان حقوق کا نفاذ کمزور ہے۔ آرٹیکل 9، 14، 25 اور 27 جیسے نکات واضح طور پر زندگی، عزت، برابری اور روزگار کے مساوی مواقع کی ضمانت دیتے ہیں۔ تاہم، معاشرتی تعصب، عدم برداشت، اور وراثت و ملازمت میں امتیازی سلوک ان آئینی حقوق کی نفی کرتا ہے۔ ریاست کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ مخنث افراد کو عملی طور پر تعلیم، روزگار اور فلاحی سہولیات مہیا کرے۔ بصورت دیگر، یہ قانونی حقوق محض کاغذی دعوے بن کر رہ جاتے ہیں۔

فصل دوم

مخنثین کو درپیش سماجی مسائل(interview analysis)

معاشرے کی تشکیل میں افراد کی معاشی ترقی و اقتصادی روایات کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے جس معاشرہ کے افراد اقتصادی لحاظ سے کمزور ہوں وہ معاشرہ معاشی بدحالی اور لوٹ مار کا شکار ہوتا ہے۔ اگر حضرت ﷺ کے زمانے کی بات کی جائے تو اُس وقت معاشی حقوق کی ایسی تعلیم دی جس میں افراد معاشرہ اپنی معاشی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو اہمیت دیتے تھے۔ اور یہ مخنثین اور عام لوگوں کے لیے برابر حقوق کا تعین کیا جاتا تھا۔ مغل حکومت میں خواجہ سرا شاہی محلات کی نگرانی کرتے تھے۔ ان کہ بے مال و دولت عزت واحترام کی کمی نہ تھی۔

سروے کے مطابق مخنث TG-CHR کا کہنا ہے کہ:"لوگ کہتے گندی ہیں اچھا نہیں سمجھا جاتا ہمیں عزت کی نگاہ سے بالکل نہیں دیکھا جاتا ہماری جنس الگ ہے اس لیے ہمیں الگ نظر سے دیکھا جاتا ہے مختلف ناموں سے پکارہ جاتا ہے۔ بہت اچھے لوگ بھی ہیں جو عزت دیتے ہیں جس میں زیادہ تر تعداد خواتین کی ہے اس کے علاوہ معاشرے میں اچھے برے انسان ہوتے ہیں ہم بھی انسان ہیں اور ہم لوگوں کو بھی عزت کی نگاہوں سے دیکھا جائے"۔

TG-MIN کا کہنا ہے کہ:"ہمیں کچھ بھی سمجھا نہیں جاتا اگر مردوں سے پیسے مانگے تو پہلے وہ شغل لگاتے ہیں پھر جا کر پیسے دیتے ہمیں بالکل عزت نہیں دی جاتی"۔

لیکن صد افسوس کے آج کے دور میں جب افراد معاشرہ کی بحالی کا ذکر کرتا ہے تو مخنث کو افراد معاشرہ میں شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ آج پاکستان کے اندر اگر روزگار کی بات کی جائے تو صرف کچھ کاموں سے اپنا روزگار حاصل کرتے ہیں۔

خیرات مانگنا

تقریبات میں ناچ گانا

سرکس یا میلے میں فن کرنا

جنسی کارکن

پیدائشی ہجڑے شادی بیاہ و دیگر تقریبات پر ویل وغیرہ لے کر گزر بسر کرتے ہیں۔ خیرات مانگنا بھی انھیں ناپسند ہے۔ اور کسی بھی مرد سے جنسی تعلق رکھنا بھی ناپسند ہے یہ پیدائشی مخنثین کسی بھی انسان سے دوستی تک نہیں کرتے یہ زیادہ تر لوگوں کے گھروں میں کام کر کے پیٹ پالتے ہیں۔ انہیں اس بات پر فخر ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کو ان کے اچھے کردار کی بنا پر شاہی محلات کی نگرانی پر مامور کیا جاتا تھا۔ اس لیے یہ زیادہ سے زیادہ اپنے کردار کی حفاظت کو ترجیح دیتے ہیں۔[1]

مگر حقیقت میں ایسی مخنثین کی تعداد بہت کم ہے۔ مخنثین کا دوسرا ذریعہ معاش خیرات مانگنا ہے۔ اس مقصد کے لیے دن کے وقت اپنے گھروں سے تیار ہو کر نکلتے ہیں اور پھر گلیوں اور بازاروں میں پھیل جاتے ہیں۔

پاکستان میں مخنثین کے معاشرتی مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ ان کی سماجی قبولیت کا فقدان ہے۔ پاکستانی معاشرت میں مخنثین کو اکثر نظر انداز یا توہین کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ تاریخی طور پر پاکستان اور دیگر جنوبی ایشیائی ممالک میں مخنثین کا ایک اہم سماجی مقام تھا، جیسے مغلیہ دور میں انہیں شاہی درباروں میں عزت دی جاتی تھی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی حیثیت اور مقام میں کمی آتی گئی۔ آج کے دور میں، پاکستانی معاشرت میں مخنثین کے لیے ایک غیر واضح اور متنازعہ مقام ہے، جو کہ ان کی شناخت اور حقوق کی جنگ کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔

مبحث اول: سماجی قبولیت کے فقدان کی وجوہات:

پاکستانی معاشرت میں، جہاں مرد اور عورت کی واضح روایتی شناخت کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے مخنثین کے لیے ایک واضح مقام کی کمی ہوتی ہے۔ ان کا وجود معاشرتی طور پر غیر تسلیم شدہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ نہ تو مکمل مرد ہوتے ہیں نہ ہی مکمل عورت۔ اس وجہ سے ان کی جنس اور حیثیت کو ہمیشہ مشکوک اور غیر واضح سمجھا جاتا ہے۔ معاشرتی سطح پر یہ افراد عام طور پر مردوں اور عورتوں کے طور پر شناخت نہیں کیے جاتے، جس سے ان کے ساتھ تعصب، امتیاز اور بدسلوکی کا سامنا ہوتا ہے۔

مخنثین کی سماجی قبولیت میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ روایات ہیں جو پاکستانی معاشرت میں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ یہاں مرد اور عورت کے درمیان واضح فرق کیا گیا ہے، اور ان روایات میں یہ طے پایا گیا ہے کہ افراد یا تو مرد ہوں گے یا عورت۔ اس روایتی تقسیم کی وجہ سے مخنثین کو نہ صرف اپنے جینیاتی کردار کے مطابق تسلیم نہیں کیا جاتا، بلکہ ان کے کردار کی سماجی اور ثقافتی اہمیت بھی مبہم رہتی ہے۔ یہ جڑیں نہ صرف خاندانوں میں بلکہ مدارس اور اداروں میں بھی پھیلی ہوئی ہیں، جو مخنثین کے لیے سماجی طور پر الگ تھلگ ہونے کا سبب بنتی ہیں۔

---

[1] اختر حسین بلوچ، تیسری جنس، سندھ کے خواجہ سراؤں کی معاشرت کا ایک مطالعہ، کراچی 2010

سروے وانٹرویوز کے مطابق راولپنڈی کے مخنثین کا کہنا ہے کہ جب وہ مانگنے کے لیے گھروں سے باہر نکلتے ہیں تو لوگ جن میں زیادہ تر مرد ان کو غلط نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اور ان پر طرح طرح کی آوازیں کستے ہیں اُن کا کہنا یہ ہے کہ معاشرے کے اندر اُن کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ لوگوں کی غلط نظریں ہوتی ہیں ۔

مذہبی اور ثقافتی تعصبات:

پاکستان میں مذہب، ثقافت، اور روایات کا اثر بہت زیادہ ہے، اور یہاں مرد اور عورت کی شناخت کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اس میں مخنثین کے لیے کوئی واضح جگہ نہیں ہے۔ اس روایتی معاشرتی تقسیم کی وجہ سے، مخنثین کو نہ صرف تعصب اور امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بلکہ انہیں اکثر محض اس وجہ سے سماجی طور پر رد کر دیا جاتا ہے کہ وہ مرد اور عورت کی روایتی شناخت میں فٹ نہیں آتے۔ معاشرتی سطح پر مخنثین کی موجودگی کو بعض اوقات شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ لوگوں کا رویہ اکثر اوقات استہزائی اور توہین آمیز ہوتا ہے۔[1]

مخنثین کے لیے سماجی قبولیت کا مسئلہ صرف ان کی فرد کی حیثیت کو متاثر نہیں کرتا، بلکہ ان کے روزمرہ کے معاملات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بھی اثرانداز ہوتا ہے۔ ان کے لیے تعلیم، روزگار، اور صحت جیسی بنیادی ضروریات تک رسائی میں شدید مشکلات پیش آتی ہیں۔ جب انہیں اپنی جنس یا شناخت کے بارے میں سوالات کا سامنا ہوتا ہے، تو معاشرتی ردعمل سے بچنے کے لیے بہت سے مخنث افراد اپنی اصل شخصیت کو چھپانے یا اپنے آپ کو معاشرتی معیار کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس صورتحال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اکثر ذہنی دباؤ، اضطراب اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پاکستانی معاشرت میں مخنثین کے لیے سماجی قبولیت کے مسائل میں ایک اور اہم پہلو ان کی خاندانی حیثیت کا ہے۔ اکثر مخنثین کو اپنے خاندانوں سے بھی رد کر دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ معاشرتی روایات اور توقعات کے مطابق نہیں ہوتے۔ یہ ردعمل خاندان کے افراد کی طرف سے ان کے جنسی شناخت کے بارے میں الجھن یا خوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ تعلقات میں خلا پیدا ہو جاتا ہے، اور نتیجتاً مخنثین کو خاندانوں کی حمایت سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ یہ ان کے لیے ایک اور بڑا چیلنج بنتا ہے، کیونکہ اس طرح کی تنہائی اور مایوسی کی حالت میں وہ معاشرتی حمایت اور رہنمائی سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

مذہب اور ثقافت میں مخنثین کی حیثیت کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ پاکستان میں جہاں اسلامی تعلیمات اور ثقافت کی گہری جڑیں ہیں، وہاں مخنثین کی حیثیت ایک متنازعہ مسئلہ بن جاتی ہے۔ اسلامی فقہ میں جہاں مرد اور عورت کی واضح تفریق کی جاتی ہے، وہاں مخنثین

[1]Ahmed Ali Dabash (2023), The Egyptian Constitution and Transgender Rights: Judicial Interpretation of Islamic Norms, Journal of Law and Emerging Technologies 3(1), pp:33-58

کو دونوں جنسوں میں سے کسی ایک میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ بعض علماء ان کی جنس کی وضاحت نہیں کر پاتے اور انہیں ایک متنازعہ حیثیت دیتے ہیں۔ اس مذہبی اور ثقافتی تعصب کی وجہ سے، مخنثین کو اکثر مذہبی اجتماعات اور اداروں میں نہ صرف رد کیا جاتا ہے بلکہ ان کے ساتھ بدسلوکی بھی کی جاتی ہے۔

سروے کے مطابق مخنث TG-MHK کا کہنا ہے کے :"میں پڑھی لکھی نہیں ہوں اور نہ ہی والدین نے بچپن میں کسی سکول میں مجھے پڑھایا لکھایا اور جب والدین کو پتہ چلا کہ میری جنس الگ ہے تو ان کا سلوک تو اتنا تبدیل نہیں ہوا مگر بہن بھائیوں کا اور معاشرے میں رہنے والے لوگوں کا سلوک اچھا نہیں تھا جس کی وجہ سے مجھے گھر سے بھاگنا پڑا اور میں گھر سے بھاگ کے نکل آئی اور اس کے علاوہ جب میں پڑھی لکھی ہو نہیں تو اس لیے ملازمت بھی میرے پاس نہیں ہے کوئی بھی بس مانگ کر ہی گزارا کرنا پڑتا ہے اور محفلوں میں جا کے ناچ گانا کر کے تو گزارا کرنا پڑتا ہے اس کے علاوہ صحت کا کسی قسم کا مسئلہ نہیں ہے ڈاکٹرز بہت اچھے طریقے سے ہمارا خیال رکھتے ہیں اگر کبھی بھی ہسپتال میں جانا پڑ جائے رہائش کا سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے کہ ہمیں رہنے کے لیے جگہ نہیں دی جاتی کیونکہ کوئی بھی عزت دار لوگ ہمیں نہیں رکھتے کہ یہ خواجہ سرا ہے تو ہمارے ہماری بے عزتی ہو جائے گی اور اس وجہ سے ہمیں رہنے کے لیے کوئی بھی جگہ نہیں دی جاتی تو حکومت کو چاہیے کہ ہمارے لیے رہنے کا کوئی نہ کوئی بندوبست کریں"۔

سروے کے مطابق راولپنڈی کے مخنثین روزگار ملازمت نہ کرنے کی وجہ سے ناچ گانا ہی ان کا مکمل روزگار بن جاتا ہے۔ یہ مختلف پروگراموں، شادیوں میں ناچ گا کر پیسے کماتے ہیں۔ پروگراموں کا ہونا روزمرہ کی بات نہیں۔ یہ کبھی تو ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا ذریعہ معاش ہی ناچ گانا ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر انہیں بہت زیادہ معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

سروے کے مطابق مخنث تحفظ ایکٹ منظور کیا گیا، جس کے ذریعے مخنثین کو نہ صرف وراثت، تعلیم، اور صحت کی سہولتیں فراہم کی گئیں، بلکہ انہیں ووٹنگ کے حق اور ملازمت میں بھی حصہ داری کا حق دیا گیا۔ اس قانون نے مخنثین کی سماجی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے ایک قدم اٹھایا، لیکن ابھی تک عملی طور پر ان کے حقوق کی مکمل فراہمی میں مشکلات کا سامنا ہے۔

TG-MIN کا کہنا ہے کے "عام لوگوں کو بے نظیر کی طرف سے کچھ نہ کچھ ملتا ہے ہمیں تو وہ بھی نہیں ملتا اگر ہمارے لیے کوئی ادارے بنے ہوئے بھی ہیں تو وہ بھی ہمیں نہیں دیا جاتا انجیو یز والے بھی آتے میں انٹرویوز لے کر چلے جاتے ہیں ہمیں Rent پے کوئی رومز تک نہیں دیتا۔ وہ یہی کہتے کہ خواجہ سرا ہیں ان میں پے ہر وقت کیس بنے رہتے ہیں رہنے کے لیے بھی جگہ مُشکل سے ملتی ہیں۔ ہمارا کردار اچھا نہیں ہے یہ سب کچھ سنے کو ملتا ہے کے ہیں"۔

TG-HNI کا کہنا ہے کے "باہر سے اگر کوئی فنڈز آرہے ہیں تو جو ہمارے بڑے ہیں یا امیر خواجہ سرا ہیں وہی کھارہے ہیں گورنمنٹ ہمیں کچھ نہیں دیتی ہمارے فائدے کے لیے جو بھی چیز کی جاتی ہے وہ ہم سے اوپر والے کو ملتی ہے ہمیں مانگ کر ہی گزارہ کرنا پڑتا ہے "۔

مخنثین کو اب بھی بہت سی جگہوں پر تعصب، بدسلوکی، اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور معاشرتی سطح پر انہیں بہت کم پذیرائی حاصل ہوتی ہے۔[1] پاکستانی معاشرہ میں مخنثین کے بارے میں عمومی رویے بہت منفی ہیں۔ ان کے ساتھ تعلقات میں عام طور پر استہزا، تمسخر اور بدسلوکی کی جاتی ہے۔ انہیں اکثر "ہجڑا" یا "خواجہ سرا" کے طور پر پکارا جاتا ہے، جو کہ ایک توہین آمیز اصطلاح ہے۔ اس کے علاوہ، ان کی تعلیم اور روزگار کے مواقع بھی محدود ہیں، جس کی وجہ سے ان کی معیشت اور سماجی حیثیت متاثر ہوتی ہے۔ پاکستانی معاشرتی ڈھانچے میں کو معمولی اور کمتر سمجھا جاتا ہے، اور انہیں اکثر سماجی یا خاندانی سطح پر رد کیا جاتا ہے۔ مذہبی اور سماجی روایات کی بنیاد پر مخنثین کو اپنی جنس کی تبدیلی یا اپنی شناخت کا اظہار کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

سروے وانٹرویوز کے مطابق ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ خیرات نہ مانگے تو پھر گھروں کا Rent پورا نہیں ہوتا جو کہ مالک مکان کو ہر ماہ دینا ہوتا ہے ایسے میں ہمارے لیے رہائش کا ہونا ضروری ہے اگر پیسے نہ دیں تو ہم سے رہائش چھین لی جاتی ہے۔ سروے کے مطابق راولپنڈی کے مخنثین کو معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُن کا کہنا یہ ہے کہ ہماری کوئی بھی باہر سے یا کوئی NGOs وغیرہ کوئی بھی کام نہیں کرتی نہ ہی ہمیں کوئی ایسا روزگار یا ملازمت ملتی جس سے ہمیں ناچ گانا چھوڑنا پڑے۔
مخنثین کو بطور پاکستانی شہری ہونے کے وہی حقوق حاصل ہیں جو پاکستان کے کسی بھی شہری کو حاصل ہیں۔ ذیل میں آئین اور تعزیرات پاکستان کی روشنی میں ان کے حقوق کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ پاکستان میں مخنث افراد کے لئے کوئی خاص قانون نہیں تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور آئے روز حقوق کیلئے احتجاج ہونے لگے۔ قومی اسمبلی میں اسی مناسبت سے ایک بل ۲۰۱۸ میں پاس کیا گیا جس کا نام "ٹرانس جینڈر افراد کے حقوق کا تحفظ ایکٹ ۲۰۱۸" ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مخنثین کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے ماہرین کے سپرد کیا جائے۔ البتہ جس گھر میں ایسا بچہ پیدا ہو تو والدین پابند ہیں کہ دوسرے بچوں کی طرح اسے بھی گھر میں رکھیں اور اس کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کریں، ان کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے، اسلامی شریعت کے مطابق انہیں فقہاء کے اجتہادات کے ذریعے حق وراثت دیا جائے۔ اس کے علاوہ انہیں عام شہریوں کے برابر

[1] سید عارف شیر ازی، خواجہ سرا ین ایکٹ 2018 کے پاکستانی معاشرے پر منفی اثرات، (ناشر ظلال القران فاؤنڈیشن، لاہور)

حقوق دیئے جائیں، مزید لوگوں کی اخلاقی تربیت کی جائے تا کہ ان کے متعلق عوام میں پائی جانے والی منفی سوچ کا قلع قمع ہو اور انہیں عزت کے ساتھ جینے کے مواقع حاصل ہوں۔

مبحث دوم: ٹرانس جنڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء کے پاکستانی معاشرے پر منفی اثرات

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے بارے میں فرمایا کہ:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴾

"یقناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا"[1]

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے مراحل کو بھی خود ہی سورت المؤمنون میں اس طرح بیان کیا، یقینا ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا، پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ یعنی انسان کو نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ سے ہڈیاں اور ہڈیوں پر گوشت اور ایک نئے انسان کی اس طرح تخلیق مکمل کر دی تخلیق کے اس مرحلے سے تمام انسانوں کو گزرنا پڑتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علماء یہود میں سے بڑے عالم تھے یہود ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ گئے تو عبد اللہ بن سلام نبی ﷺ سے ملنے گئے اور انھوں نے نبی ﷺ نے تین سوالات کیے اور ساتھ کہنے لگے کہ ان کا جواب نبی کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا۔ پہلا سوال انھوں نے یہ کیا کہ قیامت کی پہلی نشانی بتائیے، دوسرا سوال یہ کیا کہ جب اہل ایمان جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ پہلی مہمانوازی کسی چیز سے فرمائیں گے اور تیسرا سوال یہ کیا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں لڑکا یا لڑکی کیسے بنتا ہے اور وہ ماں یا باپ سے کیسے مشابہت اختیار کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے پہلے سوال کا یہ جواب دیا کہ مشرق سے ایک آگ نکلے گی جو سارے انسانوں کو مغرب کی طرف دھکیلے گی۔ دوسرے سوال کا یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ مچھلی کے جگر کے گوشت سے جنتیوں کی پہلی مہمانوازی کرے گا، اور تیسرے سوال کا یہ جواب دیا کہ مرد کی منی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد رنگ کی ہوتی ہے جماع کے دوران اگر مرد کی منی سبقت لے جائے تو بچہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور اگر ماں کی منی سبقت لے جائے تو بچہ لڑکی ہوتا ہے۔ اور اس سبقت کو ماں یا باپ کی مشابہت کی وجہ قرار دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو پچاس سال پہلے یہ سائنسی توجیہات پیش کیں آج سائنس اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ انسان کے جسم کے خلیے کی تخلیق ۴۶ کروموسوم سے ہوتی

[1] القران، التین 4

ہے کروموسوم اور ہر جین جسم کی ضرورت کے مطابق پروٹین بناتا ہے اور انسانی جسم کا پورا نظام اعصابی اور ہارمونل نظام کے کنٹرول میں ہوتا ہے پھر ان کروموسوم ہی کے ذریعے بچہ میں لڑکے یا لڑکی کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔[1]

دنیا میں بچوں کی پیدائش کے دوران بعض بچے جسمانی لحاظ سے معذور پیدا ہوتے ہیں کبھی کوئی اندھا، یا بہرا یا لنگڑا یا کوئی دوسری جسمانی کمزوری لے کر پیدا ہوتا ہے بالکل اسی طرح بعض بچے اپنے ری پروڈکٹیو سسٹم میں کچھ کمزوری لے کر پیدا ہوتے ہیں، اس طرح کے بچے بسا اوقات مردانہ اور زنانہ دونوں اوصاف لے کر پیدا ہوتے ہیں، یعنی ان میں کچھ بچے مردانہ اور کچھ زنانہ اوصاف لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح کے اوصاف کے بچوں کو شریعت کی اصلاح میں مخنث کہا جاتا ہے مخنث دو طرح کے ہوتے ہیں مخنث غیر مشکل اور مخنث مشکل، مخنث غیر مشمل وہ ہوتے ہیں جن کے میل اور فی میل اوصاف بچپن یا لڑکپن میں واضح ہو جاتے ہیں کہ ان میں مردانہ اوصاف زیادہ ہیں یا زنانہ تو ان کو مردانہ یا زنانہ میں ہی شمار کیا جائے گا اور ان پر شریعت کے مردانہ اور زنانہ قوانین ہی لگائے جائیں گے۔

لیکن مخنث مشکل وہ ہوتا ہے جو مردانہ اور زنانہ دونوں اعضاء کے حامل ہوتا ہے وہ دونوں اعضاء سے پیشاب بھی کرتا ہے یا بسا اوقات مخنث مشکل وہ ہوتا ہے کہ جس میں صرف پیشاب کے سوراخ ہوتے ہیں باقی ری پروڈکیٹو سسٹم نہیں ہوتا ایسے مخننث کو بھی مشکل تصور کیا جاتا ہے، ایسا مخنث جب بڑی عمر کو پہنچتا ہے تو اس پر مردانہ یا زنانہ اوصاف کچھ نہ کچھ واضح ہو جاتے ہیں یا جوانی میں ایسے مخنث کے میلان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ عورتوں میں دلچسپی لیتا ہے یا مردوں میں دلچسپی رکھتا ہے اس طرح سے بھی اس کے میل یا فی میل ہونے کا یقین ہو جاتا ہے اور پھر شریعت کے قوانین بھی اسی طرح ان پر بھی لاگو ہوں گے۔ آج ہمارے معاشرے میں مخنث کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوئی ہے ان کو بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا ہے، عموما ہمارے معاشرے میں ایسے پیدا ہونے والے بچوں کو مخنث کے گرو کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اور وہ ان بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ ان کو استعمال بھی کرتے ہیں یہ ایسے بچے ہوتے ہیں جن کو تعلیم و صحت کی سہولیات سے عموما محروم رکھا جاتا ہے۔ معاشرے میں ان کے لیے ملازمت کے مواقع کم ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان لوگوں کو شناختی کارڈ بھی جاری نہ کیا جاتا تھا۔ ایسے بچوں کو ماں باپ کی وراثت سے بھی عموماً محروم رکھا جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی ایک خاص کمیونیٹی کے اندر ہی رہ کر گزر بسر کرتے تھے یا مانگ تانگ کر گزر اوقات کرتے تھے یا پھر معاشرہ کا بدکردار

---

[1] سید عارف شیرازی، ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء کے پاکستانی معاشرے پر منفی اثرات, (خلال القرآن فاؤنڈیشن, سن اشاعت نومبر 2022)

طبقہ ان کو اپنے مخصوص مقاصد کے لیے استعمال کرتا تھا، چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے دور میں ان کے لیے شناختی کارڈ کا اجراء اور روٹ دینے کا حق اور دیگر بنیادی حقوق کی طرف حکومت وقت کو متوجہ کیا گیا اس کے بعد سے الحمد اللہ اس طبقہ کو بھی کچھ بنیادی حقوق دیے جانے لگے۔

جس کو ملک پاکستان کے دینی طبقہ نے بھی نیک شگون قرار دیا اور توقع کی جانے لگی کہ حکومت وقت ان کے لیے دیگر بنیادی سہولیات کا بھی اعلان کرے گی تاکہ یہ لوگ بھی اس معاشرے میں باعزت زندگی گزار سکیں۔ گذشتہ دس سالوں سے ہمارے معاشرے میں ایک نئے طبقہ نے جنم لیا، جن کی سرپرستی بیرون ممالک کے سفیر اور NGO's کرنے لگیں ان کے کئی اجلاس مغربی سفارت خانوں میں ہوئے جن کے خلاف پاکستان کے مسلمان معاشرے میں ہلکا پھلکا احتجاج بھی ہوا یہ نیا طبقہ ہم پرست طبقہ ہے جو چاہتا ہے کہ میرا جسم میری مرضی، میں چاہے اپنے آپ کو مرد قرار دوں یا عورت اس نئے طبقہ میں آزاد کماش عورتیں بھی شامل ہو گئیں جو گذشتہ کئی سالوں سے اس ملک میں اپنے حقوق کے لیے مظاہرے بھی کرتی ہیں۔

یہ آزاد خیال عورتیں اور ہم جنس پرست سب ملکر پاکستانی معاشرے کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن ان کو قانون سازی کے لیے کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا سال ۲۰۱۸ء میں سینٹ کی چار خواتین نے ایک بل پیش کیا جس میں ظاہری طور پر یہ کہا گیا کہ یہ مخنث کے حقوق کا بل ہے کہ پاکستانی معاشرے میں مخنث کو حقوق دلانا ہی اس کا بنیادی مقصد ہے لیکن اس بل کو مخنث حقوق بل کے بجائے ٹرانس جینڈر بل کے نام سے پیش کیا گیا اور اس کی تعریف میں مخنث اور ہم جنس پرستوں سب کو شامل کر دیا گیا اور اس بل کو ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء کا نام دیا گیا اور بعد ازاں سینٹ کے اختتامی سیشن جس میں نصف سینٹ فارغ ہو رہی ہوتی ہے جلدی جلدی اس بل کو منظور کروالیا گیا اور اس کو ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء کا نام دیا گیا۔[1]

مغربی دنیا یہ چاہتی ہے کہ مسلم ممالک کے تمام لوگ اپنی جنسی ضرورت خواہ مردوں سے پوری کریں یا عورتوں سے پوری کریں لیکن اس میں کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہونی چاہیے بلکہ اب وہ اس سے بھی آگے جانا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہسپتالوں میں جس طرح بلڈ بنک بنے ہوئے ہیں اسی طرح مردوں کے اسپرم بنک اور عورتوں کے ایگ بنگ بنائے جائیں اب اگر کسی کو بچہ پیدا کرنا ہے تو اس کو نکاح کی ضرورت نہیں اور نہ ماں باپ بننے کی ضرورت ہے بلکہ بنک سے مرد کا اسپرم اور عورت کا ایک لے کر ایک تیسری عورت

---

[1] سید عارف شیرازی، ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء کے پاکستانی معاشرے پر منفی اثرات, سید عارف شیرازی، چیئرمین (خلال القرآن فاؤنڈیشن, سن اشاعت نومبر 2022)

کو کرایہ پر لیا جائے گا اسپرم اور ایک کو لیبارٹری میں فرٹیلائیز کیا جائے گا اور پھر اس کو ایک کرائے کی عورت لے کر اس کے یوٹرس میں داخل کیا جائے۔[1] گا اس طرح یہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کرائے کی ماں سیر وگیٹ مدر اپنا کرایہ لے کر فارغ ہو جائے گی جبکہ بچے کو اسٹیٹ پالے گی اور اس بچے کو کچھ معلوم نہ ہو گا کہ اس کی ماں کون ہے اور اس کا باپ کون ہے۔ بھارت میں سیر وگیسی ایکٹ ۲۰۱۹، میں منظور کیا گیا، ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۲۰۰۰ بچے اس طریقہ کار کے مطابق سالانہ پیدا کیے جاتے ہیں۔

سیر وگیسٹ مدر اپنا معاوضہ لے کر بچہ پیدا کر کے فارغ ہو جاتی ہیں بھارت سالانہ ۲۳ ملین ڈالر کمار ہا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ آئندہ پاکستانی حکمرانوں پر بھی دباؤ ڈالا جائے گا کہ وہ ٹرانس جینڈر ایکٹ کے بعد سیر وگیسی ایکٹ بھی پاس کریں۔ ہمارے ملک میں حکمران مغرب کے آلہ کار بن چکے ہیں اس سے پہلے بھی وہ ایسی ناکام کوششیں کر چکے ہیں مثلاً حقوق نسواں بل، دومیلک وائیلنس بل اور وقف بل یہ تمام کوششیں خلاف اسلام ہیں۔ ان حالات میں تمام اہل ایمان دینی جماعتوں تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور علماء کرام اور خواتین اسلام اور نوجوانان اسلام کو بیدار رہنے کی ضرورت ہے ابھی تک ٹرانس جینڈر ایکٹ سے ۳۰ ہزار کے قریب قریب لوگ اپنی جنس تبدیل کروا کر ٹرانس جینڈر ئندہ پاکستانی حکمرانوں پر بھی دباؤ ڈالا جائے گا کہ وہ ٹرانس جینڈر ایکٹ کے بعد سیر وگیسی ایکٹ بھی پاس کریں۔ ہمارے ملک میں حکمران مغرب کے آلہ کار بن چکے ہیں اس سے پہلے بھی وہ ایسی ناکام کوششیں کر چکے ہیں مثلاً حقوق نسواں بل، ڈومیسٹک دوائیلنس بل اور وقف بل یہ تمام کوششیں خلاف اسلام ہیں۔ ان حالات میں تمام اہل ایمان دینی جماعتوں تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور علماء کرام اور خواتین اسلام اور نوجوانان اسلام کو بیدار رہنے کی ضرورت ہے ابھی تک ٹرانس جینڈر ایکٹ سے ۳۰ ہزار کے قریب قریب لوگ اپنی جنس تبدیل کروا کر ٹرانس جینڈر میں شامل ہو چکے ہیں جبکہ مخنث بے چارے وہیں کے وہیں روڈوں پر رسوا ہو رہے ہیں۔ ٹرانس جینڈر ایکٹ 2018 کے نفاذ کے بعد معاشرے میں کئی قسم کی برائیاں دیکھنے میں آئیں۔ اس قانون نے لوگوں کو اپنی جنس کی آزادانہ شناخت کا حق دیا، جس کے باعث اخلاقی انتشار پیدا ہوا اور بے راہ روی کے خدشات بڑھ گئے۔ کچھ مذہبی طبقات نے اس قانون کو اپنی تعلیمات کے خلاف قرار دیا، جس سے معاشرے میں مذہبی اختلافات اور تقسیم میں اضافہ ہوا۔ مزید بر آں، اس قانون کے غلط استعمال کے امکانات بھی سامنے آئے، جیسے کہ مرد خود کو عورت ظاہر کر کے خواتین کے لیے مخصوص سہولتوں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں، جس سے خواتین کے تحفظ کے مسائل پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ، روایتی خاندانی نظام پر بھی اس قانون کے منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، خاص طور پر شادی اور وراثت کے معاملات میں

---

[1] کشور سلطانہ، انسانی حقوق، (اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء)

پیچیدگیاں بڑھ سکتی ہیں۔ اس قانون کے حق اور مخالفت میں ہونے والی بحثوں نے معاشرتی ہم آہنگی کو بھی نقصان پہنچایا اور لوگوں کے درمیان مزید تقسیم پیدا کر دی۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ٹرانس جینڈر ایکٹ کو معاشرے میں کئی برائیوں کی جڑ قرار دیا جا رہا ہے۔[1]

[1] سید عارف شیرازی، ٹرانس جینڈرایکٹ ۲۰۱۸ء کے پاکستانی معاشرے پر منفی اثرات,(خلال القرآن فاؤنڈیشن,سن اشاعت نومبر 2022)

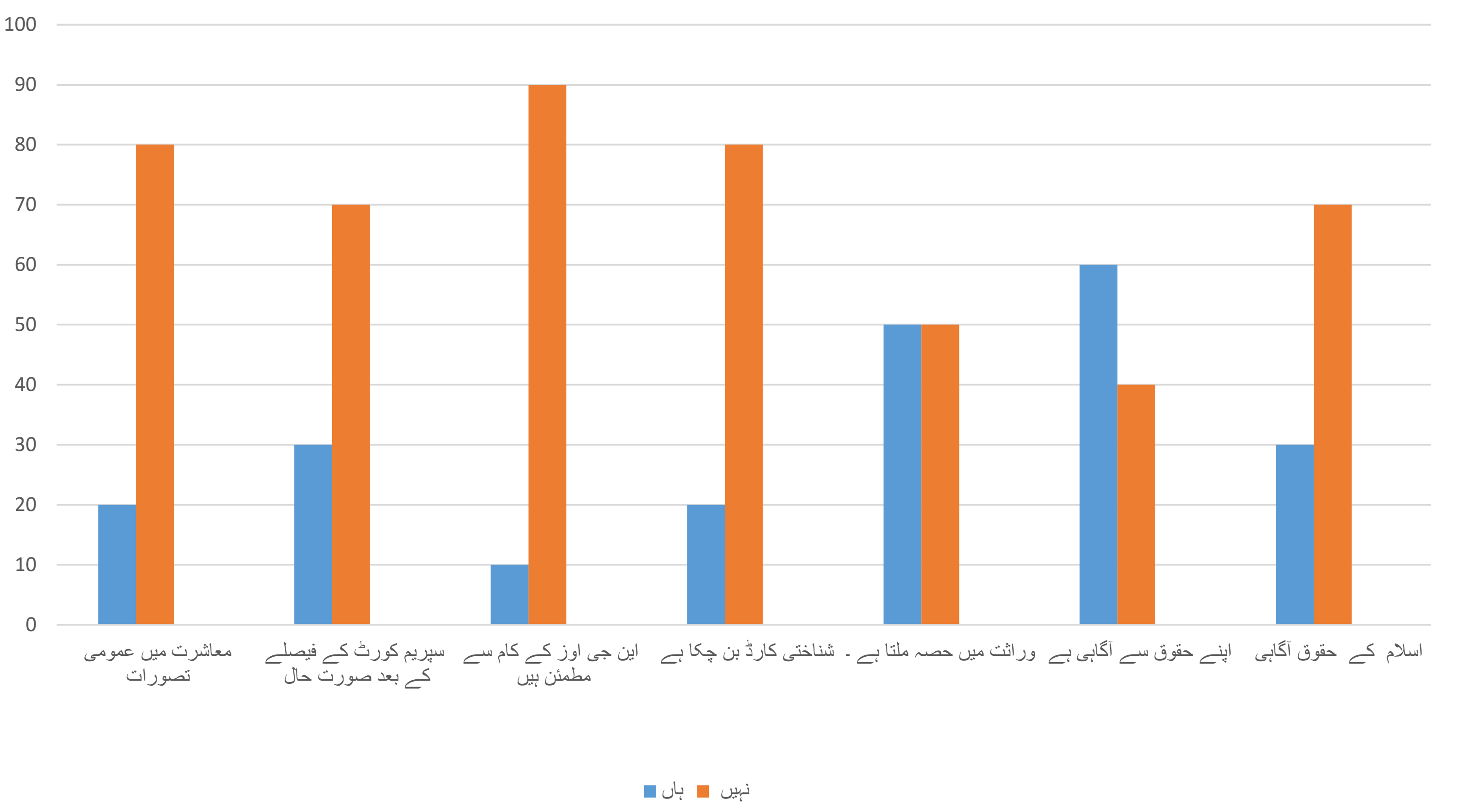
100
90
80
70
60
50
40
30
20
10
0
اسلام کے حقوق آگاہی
اپنے حقوق سے آگاہی ہے
وراثت میں حصہ ملتا ہے ۔
شناختی کارڈ بن چکا ہے
این جی اوز کے کام سے مطمئن ہیں
سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد صورت حال
معاشرت میں عمومی تصورات
ہاں
نہیں

خلاصہ بحث

پاکستانی معاشرت ایک روایتی اور مذہبی اقدار پر مبنی معاشرہ ہے، جہاں خاندانی نظام کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان میں مخنث افراد (transgender individuals) ایک عرصے سے سماجی ناانصافی، امتیازی سلوک، اور استحصال کا شکار رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مخنث افراد کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی تسلیم کیا گیاہے۔ اور ان کے ساتھ حسن و سلوک کا مظاہرہ کرنے پر زور دیا گیاہے۔ عہد رسالت ﷺ میں مخنث کی سماجی حیثیت اور شرعی احکامات کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے جن سے علم ہوتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں خنثی اور خنثیٰ مشکل اور مخنث کو ان کی غالب جنسی حالت کے پیش نظر مردوں اور عورتوں کی ہی مساوی حیثیت حاصل تھی اور وہ کوئی تیسری جنس شمار نا ہوتے تھے۔

آئین میں مختثین کو عام شہری ہونے کی حیثیت سے جو حقوق عطا ہوئے وہ اپنی جگہ مگر بد قسمتی سے پاکستانی معاشرے میں انہیں کبھی باعزت مقام نہیں مل سکا۔ پاکستان میں مذہب، ثقافت، اور روایات کا اثر بہت زیادہ ہے، اور یہاں مرد اور عورت کی شناخت کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اس میں مختثین کے لیے کوئی واضح جگہ نہیں ہے۔ اس روایتی معاشرتی تقسیم کی وجہ سے، مختثین کو نہ صرف تعصب اور امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مخنث افراد کی جنسی تعیین و وراثت سے متعلق ہیں فقہی تناظر میں درست معلوم نہیں ہوتیں۔ انہی پہلوؤں سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پیش کی گئی تھیں لیکن ٹرانس جینڈر پروٹیکشن ایکٹ کو مرتب کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو یکسر نظر انداز کیا گیاہے، کسی بھی سفارش کو ایکٹ میں جگہ نہیں دی گئی۔۔ دیگر دفعات انتہائی جامع ہیں اگر ان پر عمل درآمد کیا جائے تو مخنث افراد کو درپیش تمام مسائل کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

باب چہارم

اسلام اور پاکستانی قانون کے تناظر میں حل اور تجاویز

فصل اول: ریاستی ادارے اور تعمیر کردار

فصل دوم: مختشین سے متعلق پاکستانی قانون اور اسلامی تعلیمات / تجزیہ

فصل اول:

ریاستی ادارے اور تعمیر کردار

مخنثین (ٹرانسجینڈر) دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی ایک اہم اور منفرد کمیونٹی ہیں جو اپنی شناخت، حقوق، اور معاشرتی مقام کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ مخنث کا مطلب ایسے افراد ہیں جو اپنی پیدائشی جنس سے مختلف جنس یا شناخت رکھتے ہیں۔ یہ کمیونٹی معاشرتی، مذہبی، اور ثقافتی تناظر میں صدیوں سے موجود ہے، لیکن انہیں اکثر سماجی تعصب اور تفریق کا سامنا رہا ہے۔ پاکستان میں مخنث افراد کو معاشرے میں درپیش مسائل کو حل کرنے اور ان کے حقوق کو تسلیم کرنے کے لیے متعدد حکومتی اور غیر حکومتی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ ان اقدامات میں قانون سازی، تعلیمی اور روزگار کے مواقع کی فراہمی، اور عوام میں شعور اجاگر کرنا شامل ہیں تاکہ یہ کمیونٹی اپنی زندگی باوقار انداز میں گزار سکے۔ ان تمام کاوشوں کا مقصد مخنث افراد کو وہ مقام دینا ہے جس کے وہ مستحق ہیں اور انہیں معاشرے کا ایک مساوی اور قابل احترام حصہ بنانا ہے۔[1]

مبحث اول: مخنثین کی تعلیم میں حکومتی اداروں کا کردار

پاکستان میں مخنث افراد کی تعلیم کے حوالے سے حکومتی ادارے مختلف اقدامات کر رہے ہیں تاکہ اس محروم طبقے کو معاشرے کا فعال حصہ بنایا جا سکے۔ پنجاب حکومت نے مخنث افراد کے لیے خصوصی اسکولز کا قیام عمل میں لایا ہے، جہاں انہیں تعلیم کے ساتھ فنی مہارتوں کی تربیت بھی فراہم کی جاتی ہے۔ حال ہی میں لاہور میں ایسے چوتھے اسکول کا افتتاح کیا گیا ہے۔

اسی طرح، خیبر پختونخوا میں بھی مخنث افراد کی تعلیم اور تربیت کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ تاہم، اس صوبے میں بدامنی اور معاشرتی قدامت پسندی کے باعث مخنث افراد کو مشکلات کا سامنا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے پیشے چھوڑ کر کاروبار اور ملازمتوں کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

---

[1] امتیاز احمد خان، مطالعہ شہریت، سلمان پبلشرز، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۱ء

مزید بر آں، بعض مخنث افراد نے خود بھی تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں۔ اسلام آباد میں رانی خان نامی مخنث نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا ہے، جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر مخنث افراد کو ہنر سکھائے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ اقدامات قابل ستائش ہیں، تاہم مجموعی طور پر مخنث افراد کو تعلیمی میدان میں مزید حکومتی تعاون اور معاشرتی قبولیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ معاشرے میں باعزت مقام حاصل کر سکیں۔ خواجہ سرا افراد کا تعلق ہمارے معاشرے کے ایک نظر انداز شدہ طبقے سے ہے، جو کئی مثبت تبدیلیوں کے باوجود اب بھی بہت سی مشکلات کا سامنا کر رہا ہے۔ تعلیم ہر فرد کا بنیادی حق ہے، لیکن مخنث افراد کے لیے تعلیمی مواقع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ حکومتی اداروں کا اس سلسلے میں کردار نہایت اہم ہے کیونکہ یہ ادارے مخنث افراد کے مسائل کو حل کرنے اور انہیں تعلیمی نظام میں شامل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

حکومت کو سب سے پہلے مخنث افراد کے حقوق کے لیے واضح پالیسیز اور قوانین بنانے چاہئیں۔ تعلیمی اداروں میں انہیں قبول کرنے کے لیے آگاہی مہمات اور ورکشاپس کا انتظام کرنا چاہیے تاکہ اساتذہ اور طلبہ دونوں مخنث افراد کو برابری کی شناخت دینے کے لیے تیار ہو سکیں۔ اس کے علاوہ، حکومت کو مخنث افراد کے لیے الگ تعلیمی ادارے بنانے کے بجائے مرکزی تعلیمی نظام میں انہیں شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ معاشرے کے ساتھ گھل مل کر اپنا کردار ادا کر سکیں۔[1]

مخنثین افراد کے لیے اسکالرشپس اور مالی معاونت کے پروگرامز کا فراہم کرنا بھی حکومتی اداروں کا اہم کردار ہے کیونکہ زیادہ تر مخنث افراد معاشی مشکلات کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ حکومتی اداروں کو مخنث افراد کے لیے مفت تعلیم یا رعایتی تعلیم کا انتظام کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ، تکنیکی اور پیشہ ورانہ تربیتی مراکز کا قیام بھی انہیں تعلیم اور ہنر کی فراہمی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

آخر میں، حکومت کو مخنث افراد کے لیے ایک محفوظ اور معاون تعلیمی ماحول کا تحفظ دینا چاہیے۔ ہر قسم کے تشدد اور امتیازی سلوک کے خلاف سخت قوانین بنانے اور ان پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ میڈیا اور سماجی پلیٹ فارمز کے ذریعے تعلیمی اداروں میں مساوات اور قبولیت کا پیغام پھیلایا جاسکتا ہے۔

---

[1] امتیاز احمد خان، مطالعہ شہریت، سلمان پبلشرز، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۱ء

یہ تمام تدابیر صرف حکومتی اداروں کی طرف سے مکمل توجہ اور ایمانداری کے ساتھ عمل میں لائی جاسکتی ہیں۔ جب حکومت تعلیم کو ہر فرد کے لیے حقیقی مقاصد کے ساتھ فراہم کرے گی، تب ہی مخنث افراد اپنے حقوق حاصل کر سکیں گے اور معاشرے میں ایک مثبت تبدیلی لا سکیں گے۔

مخنثین کا سیاسی کردار

دین اسلام کی آمد سے قبل امور مملکت جابر و نا اہل افراد کے ہاتھوں میں تھے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے تصور سیاست کو بدل دیا جس سے برابری کی بنیاد پر سیاسی حقوق کا تصور اجاگر ہوا۔ اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ افراد کو گروہوں میں تقسیم کر کے کسی کو مراعات سے نوازا جائے اور کسی کا استحصال کیا جائے۔ دین اسلام نے اسلامی ریاست کے ہر فرد کو سیاسی حقوق عطا فرمائے ہیں جن میں حق آزادی رائے، حق مشاورت و انتخاب اور حق احتساب شامل ہیں۔ عصر حاضر میں مرد و عورت کو تو یہ حقوق حاصل ہیں لیکن مخنث افراد کو ان حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں مخنث افراد کے سیاسی مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔

اجتماعی معاملات میں شرکت سے محروم

جس معاشرے میں اظہار رائے کی آزادی نہ ہو اس معاشرے میں جمہوری اقدار کا فروغ ناممکن ہے۔ معاشرے کا ہر فرد خواہ وہ مرد ہو، عورت ہو یا مخنث ہو اس کو اپنے حکمران و امیر کو منتخب کرنے کا حق حاصل ہے۔ مسلمانوں کو اپنے اجتماعی معاملات باہمی مشورے سے طے کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ پاکستان میں مخنث افراد کو سیاسی امور میں دخل اندازی کا حق حاصل نہیں تھا۔

الیکشن کمیشن نے 2018ء کے انتخابات میں پہلی بار مخنث افراد کو بھی بطور مشاہد مقرر کیا لیکن اس کی حیثیت بھی کاغذی کاروائی سے زیادہ نہیں تھی۔ فرزانہ ریاض نے کہا کہ :Observer ہمیں الیکشن کمیشن کی طرف سے مشاہد کے کارڈز جاری کیے گئے لیکن پھر بھی ہمیں پولنگ اسٹیشن میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔[1] مخنث افراد کو انتخابات کے دوران مشاہد کی ذمہ داری دی گئی لیکن اس کی حیثیت بھی کاغذی کاروائی سے زیادہ نہیں تھی۔[2]

[1] https://www.samaa.tv/news/2018/07/transgender-community-says-faced- pushback-at-general-election/ (Retrieved on: 06 May 2019 time 2:36 AM

[2] محمد تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور سیاست حاضرہ (کراچی مکتبہ دار العلوم)، ص:۸۔

انتخابات میں حصہ لینا

2011ء میں مخنث افراد کے انتخابات میں حصہ لینے کا بل پاس ہونے کے بعد 2013ء کے انتخابات میں پاکستان میں پہلی بار 5 مخنث افراد نے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ جن میں سے دو کراچی، ایک جہلم، ایک گجرات اور ایک کا تعلق سرگودھا سے تھا۔ لیکن تمام کو ہی انتخابات میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔[1] ۲۰۱۸ء میں پانچ مخنث افراد (نایاب علی، ندیم کشش، لبنی، عالمگیر ماریہ اور زاہد خان ریشم) نے انتخابات میں حصہ لیا۔ تیرہ مخنث افراد نے نامزدگی کے

کاغذات جمع کروائے لیکن مذکورہ بالا کے علاوہ باقی کو فنڈز کی کمی کی وجہ سے حصہ نہ لینے پر مجبور کیا گیا ان میں سے تین تحریک انصاف کے ساتھ جب کہ تین آزاد امیدوار تھے۔

شی میل ایسوسی ایشن ملتان کی صدر شبانہ عباس شانی نے کہا کہ: " جیسے پاکستان کے آئین میں عورتوں اور اقلیتوں کے لیے نشستیں مختص کی گئیں ہیں اسی طرح ان کے لیے بھی قومی اسمبلی میں نشستیں مختص کی جائیں پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے مخنث افراد بھی اسمبلی میں آراء بیان کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ " شاور اور ہری پور میں 2 مخنث افراد کے بارے میں یہ جاننے کے بعد کہ وہ انتخابات میں حصہ لینا چاہتے ہیں، ان کو مارا پیٹا گیا اور کاغذات نامزدگی جمع کروانے سے روک دیا گیا تھا۔

س اس سے واضح ہوتا ہے کہ مخنث افراد کے سیاسی حقوق کے لیے اگرچہ قانون سازی کی گئی ہے لیکن اس کا نفاذ عمل میں نہیں لایا گیا۔

ووٹ دینا

14 نومبر 2011ء چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اور جسٹس خلجی عارف نے الیکشن کمیشن آف پاکستان (ECP) کو آڈر جاری کیا تھا مخنث افراد کے نام بھی ووٹرز کی فہرست میں درج کیے جائیں نیز نادرا کو بھی سپریم کورٹ نے مخنثین کو شناختی کارڈ جاری کرنے کا حکم دیا۔[2] ٹرانس جینڈر پروٹیکشن ایکٹ میں بھی مخنث افراد کے سیاسی حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے ان کو ووٹ دینے کا حق دیا گیا ہے لیکن

[1] https://cbc.ca/stormbo/news/pakistani-woman-and-transgender-candidates- make-political-history.html (Retrieved on: 06 May 2019, time 12:29 AM)

[2] https://www.dawn.com/news/1413894 (Retrieved on 06 May 2019 time 2:51 AM)

اس کے باوجود مخنث افراد کو ووٹ دینے میں مسائل کا سامنا ہے۔ 2018ء کے انتخابات میں خیبر پختونخواہ میں درجنوں خنائی افراد کو ووٹ ڈالنے سے روک دیا گیا۔ ان کے پاس شناختی کارڈ کی موجودگی اور ووٹرز لسٹ میں نام درج ہونے کے باوجود ووٹ ڈالنے سے روک دیا گیا۔

مخنثین کی معاشی ترقی میں حکومتی اداروں کا کردار

قانون وراثت کے تحت مخنث افراد کے لیے جائیداد میں جائز حصہ حاصل کرنے کے لیے کوئی تفریق روا نہیں رکھی جائے گی۔ مخنث افراد کا حصہ پاکستان میں واشت کے قانون کے تحت شناختی کارڈ پر درج کی گئی جنس کے مطابق مقرر کیا جائے گا۔ اگر مرد مخنث ہے تو اس کے لیے وراثت میں حصہ مرد کے برابر ہو گا۔ اگر عورت مخنث ہے تو اس کے لیے وراثت میں حصہ عورت کے برابر ہو گا۔ ایسے مخنث افراد جن کی پیدائش کے وقت تعیین جنس دونوں اصناف کی خصوصیات پائے جانے یا جنسی ابہام کی وجہ سے نہیں ہو سکا تو 18 سال عمر کے بعد اگر وہ اپنے جنسی محسوسات کے مطابق خود کو مرد تصور کرے تو وراثت میں اس کا حصہ مرد کے برابر ہو گا، اگر وہ اپنے جنسی محسوسات کے مطابق خود کو عورت محسوس کرے تو وراثت میں اس کا حصہ عورت کے برابر ہو گا۔ 18 سال عمر کے بعد بھی اگر وہ اپنے محسوسات کے مطابق خود کو مرد یا عورت نہ قرار دے سکے تو مرد اور عورت کے حصے کی الگ الگ تقسیم کے بعد اس کے اوسط کے برابر حصہ دیا جائے گا۔ 18 سال سے کم عمر ہونے کی صورت میں میڈیکل آفیسر مرد اور عورت کے خصائل کی اغلبیت کی بنیاد پر جنس طے کرے گا۔[1]

قانون میں واضح کر دیا گیا ہے کہ شناختی کارڈ پر مخنث افراد کی شناخت کے مطابق ان کو وراثت میں سے حصہ دیا جائے گا۔ انٹرویو کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ مخنث افراد خواہ مرد ہوں، عورتیں ہوں یا مخنث مشکل، شناختی کارڈ پر جنس کے خانے میں عموماً مرد ہی لکھا جاتا ہے تاکہ ولدیت کے خانے میں ان کے اصل باپ کا نام لکھا جا سکے کیونکہ عورت لکھنے کی صورت میں ولدیت کے خانے میں "گرو" کا نام لکھا جاتا ہے ان کے خاندان کی طرف سے والد کا نام لکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ عورت لکھنے کی صورت میں ان کی وراثت ان کے گرو کو ملتی ہے جبکہ مرد لکھنے کی صورت میں ان کے حقیقی والدین کو ملتی ہے۔ اگر مخنث افراد میں

[1] The gazette of Pakistan, Extra, May,24,2018, p 277

کوئی عورت (Trans woman) یا مخنث مشکل ہو تو اس صورتحال میں شناختی کارڈ پر متعین کردہ جنسی شناخت کا کیا ہوگا جس میں مرد کہا گیا ہے؟ نیز وراثت میں اس کا حصہ اس کی حقیقی جنس کے مطابق ہوگا نہ کہ شناختی کارڈ پر ذکر کردہ جنس کے مطابق۔

قانون ہذا کے تحت مخنث افراد 18 سال کے بعد اپنے محسوسات کے مطابق اپنے مرد یا عورت ہونے کا تعین خود کریں گے اور وراثت میں اپنی طے کردہ جنس کے مطابق حصہ دار ہوں گے لیکن اسلام میں وراثت کا تعلق وارث کی عمر سے نہیں بلکہ صنف اور رشتہ سے ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا ما تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ : وَلأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ، فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ، فَرِيضَةً مِنَ اللهِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[1]

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ اگر میت کے اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے"۔

مندرجہ بالا آیت میں وارث کی عمر کو پیمانہ مقرر نہیں کیا گیا۔ عمر 18 سال سے کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں وراثت میں حصہ کم یا زیادہ نہیں ہو گا۔ اگر کوئی مخنث عورت ہو اور وہ اپنے مرد ہونے کا دعوی کرے یا صورتحال اس کے برعکس ہو تو وراثت میں اس کا حصہ بدل نہیں جائے گا۔ طبی تشخیص کے لیے بھی 18 سال عمر لازمی نہیں ہے، مندرجہ بالا آیت میں وارث کی عمر کو پیمانہ مقرر نہیں کیا گیا۔ یہ شق شریعت کی رو سے درست معلوم نہیں ہوتی۔

---

[1] النساء،۱۱

ملازمت کا حق

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 18 کے تحت حکومت مخنث افراد کے لیے کوئی قانون کے مطابق پیشہ اختیار کرنے اور جائز تجارت کے حق کے حصول کو یقینی بنائے اور انتظام کرے۔ کوئی بھی ادارہ، محکمہ، تنظیم نوکری کے من جملہ مسائل یعنی بھرتی، ترقی اور تعیناتی میں مخنث افراد کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کرے گا۔ آجر ملازمت کے حصول کی شرائط، ترقی کے مواقع، ٹرانسفر، ٹریننگ اور ملازمت سے متعلق تمام سہولیات تک مخنث افراد کی رسائی کو محدود یا ختم نہیں کر سکتا۔[1]

شریعت اسلامیہ میں حصول معاش کی کوشش کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا شق مخنث افراد کے لیے معاشرتی دباؤ کے بنا پر اپنی مہارت ور غبت کے مطابق جائز پیشہ اختیار کرنے کے حق کو محفوظ کرتی ہے۔

جائیداد کا حق

کسی مخنث فرد کو خریدنے، فروخت کرنے، کرایہ یا اجارہ پر لینے کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ کرایے پر اشیاء کے حصول میں جنس، جنسی شناخت یا جنسی اظہارات کی بنیاد پر امتیازی سلوک غیر قانونی ہو گا اسلام نے حلال ذرائع معاش اختیار کرنے اور حرام سے اجتناب کا حکم دیا۔ حلال ذرائع معاش سے حاصل ہونے والے مال کی حفاظت کا حکم بھی دیا ہے کیونکہ ملکیت سے محبت انسان کی فطرت میں ہے لیکن ناجائز ذرائع سے مال و جائیداد کے حصول کی ممانعت کی گئی ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[2]

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ کسی کے مال یا جائیداد پر ناحق قبضہ کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حق تمام انسانوں کو دیا گیا ہے جن میں مخنث افراد بھی شامل ہیں۔ لہٰذا جو جائیداد ان کی ملکیت ہو گی اس سے ان کو محروم نہیں کیا جا سکتا اور اگر جائز طریقے سے کسی جائیداد

[1] The gazette of Pakistan, Extra, May,24,2018, p 279

[2] البقرۃ:188

کو اپنی ملکیت بنانا چاہیں تو اس سے بھی ان کو محروم نہیں کیا جاسکتا قانون کی اس شق میں ان کے اس حق کو محفوظ کیا گیا ہے۔ لیکن عملی صورتحال اس کے بر عکس ہے۔

مخنث کی گواہی حدود و قصاص کے علاوہ میں معتبر ہے۔ وہ مخنث جس کی گفتگو میں نزاکت اور اعضاء میں طبعی طور پر لچک ہو لیکن وہ افعال بد کے ساتھ مشہور نہ ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

الذي فی کلامه لین وفی اعضائه تکسر و لم یفعل الفواحش فهو مقبول الشهادة [1]

"جس کی بات میں نرمی ہو، جس کے اعضا میں نرمی (یا عاجزی) ہو، اور جو فحش کام نہ کرے، تو اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔"

اس سے مخنث افراد کی ووٹ ڈالنے کی اہلیت ثابت ہوتی ہے، اس لیے کہ اگر اس کو گواہی کا حق حاصل ہے تو ووٹ دینا بھی گواہی ہے اور یہ حق بدرجہ اولی حاصل ہے۔

مفتی تقی عثمانی کہتے ہیں"

ووٹ پر شرعی احکام سے وہ ہی احکام جاری ہوتے ہیں جو شہادت پر جاری ہوتے ہیں۔ [2]

حکمران منتخب کرنا اہم ریاستی امور میں سے ہے، عوام الناس کا یہ حق ہے کہ ان کی رائے سے حکمران منتخب کیے جائیں۔ پاکستان میں مخنث افراد کو یہ حق حاصل نہیں تھا لیکن قانون ہذا ان کا یہ حق محفوظ کرتا ہے۔ ووٹ پر شرعی احکام سے وہ ہی احکام جاری ہوتے ہیں جو شہادت پر جاری ہوتے ہیں۔

ووٹ کا حق

کسی بھی مخنث فرد کو قومی، صوبائی اور بلدیاتی انتخابات میں ووٹ دینے کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ مخنث فرد کے شناختی کارڈ پر درج کی گئی جنس کے مطابق پولنگ اسٹیشن تک رسائی دی جائے گی۔ کسی بھی مخنث فرد کو قومی، صوبائی اور بلدیاتی انتخابات میں ووٹ

---

[1] الزبیدی، ابو بکر بن علی بن محمد الجوھرۃ النیرۃ، المطبعہ الخیریۃ، ج2، ص230

[2] مفتی، عثمانی، محمد تقی، اسلام اور سیاست حاضرہ، مکتبہ العلوم کراچی ، ص 8

دینے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ مخنث فرد کے شناختی کارڈ پر درج کی گئی جنس کے مطابق پولنگ اسٹیشن تک رسائی دی جائے گی۔[1]

حکومتی ذمہ داریاں

حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ مخنث افراد کی معاشرے میں مکمل اور مؤثر شمولیت کے لیے مندرجہ ذیل اقدام کرے

"مخنث افراد کے تحفظ اور بحالی کے لیے حفاظتی مراکز اور پناہ گاہیں قائم کی جائیں جہاں ان کو طبی سہولیات، نفسیاتی علاج، تربیتی مشاورت اور تعلیم بالغاں فراہم کی جائیں۔ مخنث افراد کے لیے خواہ وہ کسی بھی جرم کے مرتکب ہوں الگ سے جیل خانے، حفاظتی تحویل میں لیے جانے کے مقامات وغیرہ قائم کیے جائیں۔ مخنث افراد کے لیے ذریعہ معاش فراہم کرنے اور فروغ دینے کے لیے مخصوص پیشہ ورانہ پروگرام منعقد کیے جائیں۔ مخنث افراد کو آسان قرضہ اسکیم اور عطیات مہیا کرکے چھوٹے پیمانے پر کاروبار شروع کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی جائے"۔

اس ایکٹ کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے دیگر ضروری تدابیر اختیار کی جائیں۔

[1] The gazette of Pakistan, Extra, May, 24, 2018, p 279

مبحث دوم: سماجی راویوں میں تبدیلی کے لیے اقدامات (تعلیمی و تبلیغی)

پاکستانی معاشرے میں مخنثین، جنہیں عرف عام میں خواجہ سرا یا تیسری جنس کے افراد کہا جاتا ہے، طویل عرصے سے سماجی امتیاز، تحقیر، اور حق تلفی کا شکار ہیں۔ یہ طبقہ نہ صرف معاشرتی سطح پر نظر انداز کیا جاتا ہے بلکہ تعلیمی، قانونی اور مذہبی اداروں میں بھی ان کے مسائل کو وہ توجہ نہیں دی جاتی جس کے وہ مستحق ہیں۔ مخنثین کی بحالی اور ان کے لیے سماجی رویوں کی اصلاح وقت کی ایک اہم ضرورت بن چکی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق، ہر انسان قابلِ احترام ہے اور اس کے ساتھ مساوی سلوک کیا جانا چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾

یعنی ہم نے بنی آدم کو عزت دی[1]

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يُسلمه))

یعنی مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے[2]

نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ مخنثین کے ساتھ نفرت، طنز و تمسخر، یا امتیازی سلوک اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

مخنثین سے متعلق سماجی رویوں میں تبدیلی لانے کے لیے سب سے مؤثر ذریعہ تعلیم ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور جامعات کے نصاب میں مخنثین کے مسائل، ان کی شناخت اور ان کے ساتھ برابری کا سلوک شامل کیا جانا چاہیے۔ "مطالعہ پاکستان"، "اسلامیات" اور "سوشل سٹڈیز" جیسے مضامین میں ان کی تاریخ، مقام اور حقوق کو واضح کیا جانا ضروری ہے۔ اساتذہ کی تربیت بھی اس عمل کا ایک اہم

---

[1] سورۃ الإسراء:70

[2] صحیح بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، حدیث:2442

جز ہے۔ اساتذہ کو خواجہ سرا طلباء کے ساتھ حساسیت اور ہمدردی کا رویہ اختیار کرنے کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ طلباء کے لیے ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد بھی شعور بیداری کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

تبلیغی سطح پر علمائے کرام کا کردار نہایت اہم ہے۔ اگر خطبات جمعہ میں مخنثین کے ساتھ حسن سلوک، عزت اور مساوات پر زور دیا جائے، تو عوام کے ذہنوں میں پائے جانے والے منفی تصورات میں تبدیلی آسکتی ہے۔ مدارس کے نصاب میں "حقوق العباد" یا "فقہ الاقلیت" جیسے عنوانات کے تحت مخنثین کے حقوق کو شامل کرنا بھی نہایت ضروری ہے، تاکہ آئندہ آنے والے دینی رہنماء اس موضوع پر بہتر اور معتدل موقف اپنائیں۔

میڈیا بھی رائے عامہ پر گہرا اثر ڈالتا ہے، مگر بدقسمتی سے مخنثین کو اکثر مزاحیہ یا منفی کرداروں میں پیش کیا جاتا ہے۔ ٹی وی ڈراموں، فلموں، اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ان کے مثبت کرداروں کو اجاگر کرنا چاہیے۔ اشتہارات اور عوامی پیغامات کے ذریعے بھی ان کے انسانی حقوق اور مقام کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

خاندانی سطح پر بھی بہتری کی ضرورت ہے۔ والدین کو چاہیے کہ اگر ان کے بچے جنسی شناخت میں روایتی صنفی فریم سے مختلف ہوں، تو انہیں بے دخل کرنے یا بدسلوکی کی بجائے محبت، قبولیت اور رہنمائی فراہم کریں۔ بچوں کی تربیت میں یہ شامل کیا جائے کہ وہ ہر انسان کو عزت دیں، چاہے اس کی جنس یا صنف کچھ بھی ہو۔

قانونی میدان میں حکومتِ پاکستان نے 2018 میں "ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظ حقوق) ایکٹ" منظور کیا جو ایک مثبت قدم تھا۔ تاہم، اس قانون پر مؤثر عمل درآمد کے لیے پولیس، عدلیہ اور متعلقہ اداروں کی تربیت ناگزیر ہے۔ مخنثین کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں پر فوری کارروائی، مفت قانونی معاونت اور مخصوص شکایتی نظامات کی ضرورت ہے۔[1]

صحت اور ذہنی بہبود کے میدان میں بھی اقدامات کیے جائیں۔ ہسپتالوں میں مخنثین کے لیے علیحدہ سہولیات، مشاورتی سیشنز اور نفسیاتی مدد فراہم کی جائے۔ سول سوسائٹی، این جی اوز، اور خواجہ سرا تنظیموں کو ساتھ ملا کر آگاہی مہمات، ہنر سکھانے کے ادارے اور خودانحصاری کی طرف راغب کرنا معاشرتی فلاح میں اہم کردار ادا کرے گا۔

[1] The Transgender Persons (Protection of Rights) Act, 2018. Islamabad National Assembly of Pakistan. Act No. XIII of 2018Published in the Gazette of Pakistan, 10 May 2018.

بین الاقوامی سطح پر بھارت، نیپال، بنگلہ دیش جیسے ممالک میں خواجہ سرا افراد کو تیسری جنس کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ ان ممالک میں ان کے لیے تعلیم، روزگار اور قانونی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے، جن سے پاکستان بھی سبق حاصل کر سکتا ہے۔

آخر میں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ مخنثین کے مسائل محض ایک مخصوص طبقے کا مسئلہ نہیں بلکہ انسانی اقدار، اسلامی تعلیمات اور معاشرتی ترقی کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے ساتھ مساوی سلوک کریں۔ جب تک ہم تعلیمی، تبلیغی، قانونی اور سماجی سطح پر اصلاحات نہیں لائیں گے، تب تک ایک مہذب اور منصفانہ معاشرہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔

فصل دوم:

مخنثین سے متعلق پاکستانی قانون اور اسلامی تعلیمات / تجزیہ

مخنث افراد کو وہ تمام سماجی، سیاسی اور معاشی حقوق دیے گئے ہیں جو معاشرے کے دیگر افراد کو حاصل ہیں۔ تعلیم، ملازمت، علاج معالجہ، نقل و حمل جیسی سہولیات میں مخنث افراد کے ساتھ امتیازی سلوک اور جنسی طور پر ہراساں کرنے کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔ مخنث افراد کے معاشی حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ ان کو روزگار فراہم کرنے لیے آسان اقساط پر قرضہ فراہم کرے۔ مخنث افراد کو ووٹ کا حق، جائیداد کا حق اور عوامی مقامات تک رسائی کا حق بھی دیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ مخنث افراد کے لیے الگ سے جیل خانے قائم کرے۔

مبحث اول: (مخنث) قوانین کا تاریخی جائزہ

جدید دور میں، مخنث افراد کے حقوق کے لیے جدوجہد شروع ہوئی۔ 18ویں صدی میں، کچھ ممالک نے مخنث افراد کی قانونی شناخت کو تسلیم کرنے کے لیے قانون سازی کی۔ تاہم، یہ قوانین اکثر محدود تھے اور مخنث افراد کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔ 20ویں صدی میں، مخنث حقوق کی تحریک نے تیزی پکڑی۔ 1970 کی دہائی میں، کچھ ممالک نے جنس تبدیلی کی قانونی کارروائی کو قانونی بنانے کے لیے قانون سازی کی۔ 1990 کی دہائی میں، مخنث حقوق کی تحریک نے بین الاقوامی سطح پر پذیرائی حاصل کی۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1990 میں مخنث افراد کے حقوق کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ 21ویں صدی میں، مخنث کے حقوق کی تحریک نے مزید ترقی کی ہے۔ متعدد ممالک نے مخنث افراد کے لیے مساوی حقوق اور تحفظات کو بہتر بنانے کے لیے قانون سازی کی ہے۔ تاہم، مخنث افراد کو اب بھی دنیا بھر میں امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ کئی ممالک میں، مخنث افراد کو قانونی طور پر اپنی صنف کی تصدیق کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں ملازمت، رہائش اور صحت کی دیکھ بھال تک رسائی میں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عثمانی دور کا اثر:

عثمانی دور کے دوران، ایسے تاریخی ریکارڈ موجود تھے جو متنوع صنفی اظہار کے حوالے سے رواداری کی تجویز کرتے تھے۔ اسلامی معاشروں میں، بشمول سلطنت عثمانیہ، تاریخی طور پر صنفی تنوع کو ایڈ جسٹ کرنے میں ایک حد تک لچک رکھتے تھے[1]

آئینی تحفظات

مصر کا آئین اسلام کو ریاستی مذہب کے طور پر تسلیم کرتا ہے، اور اسلامی قانون کے اصولوں کو قانون سازی کا بنیادی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ آئینی ڈھانچہ یہ سمجھنے کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ اسلامی اصول صنفی شناخت سے متعلق قانونی دفعات کے ساتھ کس طرح ایک دوسرے کو جوڑتے ہیں۔ پاکستان کا آئینی و قانونی ڈھانچہ بھی مصر کی طرح اسلام کو ریاستی مذہب قرار دیتا ہے اور قانون سازی کے بنیادی ماخذ کے طور پر قرآن و سنت کو تسلیم کرتا ہے۔ آئین پاکستان کی دفعات 9، 14 اور 25 ہر شہری کو جان، عزت، وقار اور مساوات کے بنیادی حقوق فراہم کرتی ہیں، جو مخنث افراد پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ 2018 میں ٹرانس جینڈر پرسنز پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ منظور کیا گیا جس کے تحت مخنث افراد کو اپنی صنفی شناخت طے کرنے، شناختی دستاویزات بنوانے، تعلیم، صحت، روزگار اور وراثت میں برابری کے حقوق دیے گئے۔

تاہم اسلامی نظریاتی کونسل نے اس قانون کے بعض حصوں پر فقہی اعتراضات اٹھائے، خصوصاً صنفی خود تعین کے معاملے پر۔ پاکستان میں صحت کی دیکھ بھال اور صنفی تصدیق کے لیے آئینی ضمانت تو موجود ہے لیکن عملی سطح پر سہولیات ناکافی ہیں اور سماجی رویے بھی بڑی رکاوٹ ہیں۔ فقہی نقطۂ نظر سے اگر کوئی واقعی مخنثِ مشکل ہو تو طبی بنیاد پر جنس کی تصدیق کی اجازت دی جاسکتی ہے، لیکن مرضی سے جنس کی تبدیلی اسلامی اصولوں کے مطابق درست نہیں سمجھی جاتی۔ یوں پاکستان میں بھی قانون اور اسلامی اصولوں کے درمیان توازن پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مخنث افراد کو آئینی اور شرعی دائرے میں رہتے ہوئے باعزت اور محفوظ زندگی فراہم کی جا سکے۔[2]

---

[1] Dunne, Bruce W. (1990). "Homosexuality in the Middle East: An Agenda for Historical Research". Arab Studies Quarterly. 12 (3/4), pp:55-82

[2] Ahmed Ali Dubash (2023), The Egyptian Constitution and Transgender Rights: Judicial Interpretation of Islamic Norms, Journal of Law and Emerging Technologies 3(1), pp:33-5

صحت کی دیکھ بھال اور صنفی تصدیق

اگرچہ مخنث افراد کے حقوق سے متعلق کوئی خاص قوانین نہیں ہیں، لیکن صحت کی دیکھ بھال میں پیش رفت کی مثالیں موجود ہیں۔ مصر میں کچھ طبی اداروں نے صنفی تنوع کے لیے ایک اہم نقطہ نظر کی عکاسی کرتے ہوئے صنفی تصدیق فراہم کرنے کے لیے بڑھتی ہوئی رضامندی ظاہر کی ہے۔ پاکستان میں بھی مخنث افراد کی صحت کی دیکھ بھال اور صنفی تصدیق کے حوالے سے آئینی ضمانت تو موجود ہے لیکن عملی طور پر یہ شعبہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اگرچہ مخنث افراد کے لیے مخصوص طبی قوانین نہیں بنائے گئے، تاہم ٹرانس جینڈر پرسنز پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ 2018 کے تحت انہیں صحت کی سہولیات تک برابری کی بنیاد پر رسائی کا حق دیا گیا ہے۔ پاکستان کے بعض سرکاری اور نجی اسپتالوں میں مخنث افراد کے لیے علیحدہ کاؤنٹرز یا خصوصی طبی کیمپس قائم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، لیکن یہ اقدامات محدود سطح پر ہیں۔ فقہی اصولوں کے مطابق اگر کوئی فرد واقعی مخنثِ مشکل ہو تو ڈاکٹرز طبی بنیاد پر صنفی شناخت کی تصدیق یا اصلاح کر سکتے ہیں۔

تاہم مرضی سے جنس کی تبدیلی کو اسلامی نقطہ نظر سے قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کے برعکس مصر میں جہاں کچھ طبی ادارے صنفی تصدیق کے لیے زیادہ رضامندی ظاہر کر رہے ہیں، پاکستان میں یہ معاملہ زیادہ تر شرعی حدود اور سماجی رویوں کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس حوالے سے عملی پیش رفت سست روی کا شکار ہے۔ اس کے باوجود حالیہ برسوں میں کچھ طبی اداروں نے مخنث افراد کے لیے بنیادی صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ انہیں کم از کم عام مریضوں کی طرح علاج معالجے کا حق حاصل ہو سکے۔

فعالیت اور قانونی وکالت

پاکستان میں بھی مخنث افراد کے حقوق کے لیے فعالیت اور قانونی وکالت میں سول سوسائٹی اور مختلف این جی اوز نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ خواجہ سراؤں کی فلاح و بہبود کے لیے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں، جیسے بلو وینچز ایسوسی ایشن، بلیو وینز، اور شی میل فاؤنڈیشن پاکستان، جو ان کے لیے تعلیم، صحت، روزگار اور قانونی شناخت کے حوالے سے مہمات چلاتی ہیں۔ انہی تنظیموں اور کارکنوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ٹرانس جینڈر پرسنز پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ 2018 پارلیمنٹ سے منظور ہوا، جو پاکستان میں اس کمیونٹی کے لیے ایک تاریخی پیش رفت سمجھی جاتی ہے۔

مزید بر آں، بعض سماجی کارکنوں اور وکلانے عدالتوں میں کیسز دائر کر کے مخنث افراد کو شناختی کارڈ، ووٹ ڈالنے اور وراثت کے حقوق دلوانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ تاہم مصر کے مقابلے میں پاکستان میں سول سوسائٹی کو مذہبی اور سماجی مزاحمت کا بھی سامنا ہے، جس کے باعث قانونی وکالت کا عمل نسبتاً سست اور پیچیدہ ہے۔ اس کے باوجود حالیہ برسوں میں شعور بیداری اور میڈیا کی مدد سے اس طبقے کے لیے حقوق کے حوالے سے مثبت پیش رفت دیکھنے میں آئی ہے اور یہ جدوجہد اب بھی جاری ہے تاکہ زیادہ جامع قانونی اور سماجی ڈھانچہ قائم کیا جاسکے۔

قانون سازی کا مقصد اور حقیقت میں فرق

قانون سازی کسی بھی ریاست کا بنیادی فریضہ ہے، لیکن جب قانون صرف کاغذ تک محدود رہے اور اس کا عملی نفاذ نہ ہو تو اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں مخنث افراد کے لیے قانون بنایا تو گیا، لیکن اس کے نتیجے میں ان کی زندگی میں کوئی حقیقی تبدیلی نہیں آئی۔

اس قانون کا وضع کیا جانا محض ایک کاغذی کاروائی ہے۔ اس کا نفاذ عمل میں نہیں لایا گیا، مخنث افراد آج بھی انہی مسائل میں گھرے ہوئے ہیں جو قانون پاس ہونے سے قبل ان کو درپیش تھے۔ مخنث افراد سے انٹرویو کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ ان کو نہ تو جان و عزت کا تحفظ حاصل ہے اور نہ ہی ان کے دیگر مسائل جیسے ملازمت، علاج، وراثت وغیرہ میں امتیازی و نامناسب رویے کا خاتمہ ہوا ہے۔ ملازمت کا حصول اب بھی ویسا ہی دشوار ہے جیسا کہ بل سے قبل تھا۔ صرف قانون وضع کر دینا کافی نہیں ہے ضروری ہے کہ اس کا نفاذ بھی عمل میں لایا جائے۔

ریاستی ذمہ داری اور سماجی اصلاحات

مخنث افراد کی جنسی تعیین و وراثت سے متعلق ہیں فقہی تناظر میں درست معلوم نہیں ہو تیں۔ انہی پہلوؤں سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پیش کی گئی تھیں لیکن ٹرانس جینڈر پروٹیکشن ایکٹ کو مرتب کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے، کسی بھی سفارش کو ایکٹ میں جگہ نہیں دی گئی۔ دیگر دفعات انتہائی جامع ہیں اگر ان پر عمل درآمد کیا جائے تو مخنث افراد کو درپیش تمام مسائل کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ وہ بھی معاشرے میں عزت و وقار کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں عوام کی فلاح و بہبود ریاست کا کام ہے لہذا قانون میں والدین اور سرپرست کو پابند کیا جانا چاہیے تھا کہ دو خاص عمر تک مخنث بچے کو

خود سے الگ نہیں کر سکتے تاکہ مخنث افراد کے گروہ کے پاس پہنچنے کی بجائے اپنے گھر ہی میں تعلیم و تربیت پائے اور معاشرے کا فعال شہری بنے۔

پاکستانی معاشرہ میں مخنث افراد کو ملنے والے حقوق اور ان کے تحفظ کے لیے بنائے جانے والے قوانین کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ پاکستان میں مخنث افراد کو معاشرتی، معاشی اور سیاسی حقوق سے نوازا گیا ہے۔ ان قوانین کے بنانے کا مقصد مخنث افراد کے استحصال اور امتیازی سلوک کا خاتمہ کرنا ہے۔ قانون کی موجودگی کے باوجود بھی مخنث افراد کو حقوق کی عدم دستیابی ریاست اور افراد معاشرہ دونوں کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔

اسلامی فقہ میں مخنثین یا خنثیٰ کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے: "خنثیٰ مشکل" وہ ہے جس کی جنس واضح نہ ہو، اور "خنثیٰ غیر مشکل" وہ ہے جس کی جنس عمر کے کسی مرحلے پر واضح ہو جائے۔ فقہائے کرام نے ان کے وراثت، نکاح، عبادات اور سماجی معاملات سے متعلق تفصیلی احکام بیان کیے ہیں، جیسے کہ "الفقہ علی المذاهب الأربعة" از عبد الرحمن الجزیری جیسی مستند کتب میں وضاحت ملتی ہے۔[1] عبد الرحمن الجزیری کی یہ کتاب فقہی اصولوں، دلائل، اور روایتی اقوال کو نہایت وضاحت سے پیش کرتی ہے۔ مخنث جیسے نازک اور پیچیدہ مسئلے میں اس نے فقہی بصیرت کے ساتھ رہنمائی فراہم کی ہے جو نہ صرف قدیم فقہاء کے فہم کو محفوظ رکھتی ہے بلکہ آج کے جدید قانونی و سماجی مسائل کے حل میں بھی معاون ثابت ہو سکتی ہے۔[2]

جہاں تک پاکستانی قانون کا تعلق ہے، تو 2018 میں حکومتِ پاکستان نے "ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظِ حقوق) ایکٹ" منظور کیا، جو مخنثین کو قانونی تحفظ، شناخت اور بنیادی حقوق فراہم کرتا ہے۔ اس قانون کے مطابق، ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی صنفی شناخت (Self-perceived gender identity) کو سرکاری کاغذات میں درج کرا سکے، جیسے کہ شناختی کارڈ، پاسپورٹ یا ڈرائیونگ لائسنس۔ اس قانون کی دفعات میں مخنثین کو تعلیم، صحت، روزگار، جائیداد، ووٹ دینے، اور سرکاری اداروں میں مساوی مواقع فراہم کرنے کی ضمانت دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر دفعہ 3 صنفی امتیاز کے خلاف تحفظ دیتی ہے، دفعہ 4 قانونی شناخت کی

---

[1] عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج2، ص333–340

آزادی کی اجازت دیتی ہے، جب کہ دفعہ 6 تعلیم وصحت میں برابری کی ضمانت دیتی ہے۔ یہ قانون آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 25 سے ہم آہنگ ہے، جو ہر شہری کو قانون کی نظر میں مساوی قرار دیتا ہے۔

اسلامی تعلیمات اور ملکی قانون دونوں مخنثین کی بنیادی انسانی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم، بعض مذہبی حلقوں کی جانب سے اس قانون پر تحفظات کا اظہار بھی سامنے آیا، خاص طور پر "Self-perceived gender identity" کی شق پر۔ باوجود اس کے، شریعت اور آئین کے مطابق مخنثین کے ساتھ عدل، احترام اور مساوی سلوک ہی اسلامی روح کے عین مطابق ہے۔ اس پر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے اور علما کی آراء میں بھی تاکید پائی جاتی ہے کہ ان افراد کو ان کی جنس کے مطابق سماجی مقام، وراثت، تعلیم اور تحفظ دینا ناگزیر ہے۔

نتیجتاً، یہ کہنا درست ہوگا کہ مخنثین کا وجود نہ صرف ایک سماجی حقیقت ہے بلکہ ایک شرعی و قانونی معاملہ بھی ہے، جسے تسلیم کرنا اور ان کے حقوق کو یقینی بنانا اسلامی اقدار، آئینی اصولوں اور انسانی وقار کی بنیاد پر ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔ ان کے لیے شعور و آگہی، معاشرتی قبولیت، اور عملی اقدامات وقت کی اہم ضرورت ہیں تاکہ یہ طبقہ بھی دیگر شہریوں کی طرح باوقار زندگی گزار سکے۔

اسلام اور جدید میڈیکل سائنس میں مخنث کی حقیقت

قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں میں دو ہی صنفیں پیدا کی ہیں اور جنسی کمزوری یا معذوری دیگر جسمانی بیماریوں کی طرح ایک حقیقت ہے۔ دیگر بیماریوں کی طرح ان کا بھی علاج ممکن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جنسی لحاظ سے کمزور یا معذور لوگوں کو ان کی غالب جنس کی پہچان کر کے مردوں یا عورتوں والے احکام ہی نافذ کیے جائیں۔ جدید میڈیکل سائنس بھی خنثی اور خنثیٰ مشکل کے ضمن میں دین اسلام اور عہد رسالت مآب کے نظریات کی حامی ہے۔ جدید میڈیکل سائنس بھی یہی بتاتی ہے کہ کہ تیسری صنف کا کوئی حقیقی یا طبی وجود نہیں بلکہ تمام انسان اپنے اندر کسی ایک صنف کی خصوصیات کے ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں جن کو نہایت آسان ٹیسٹ سے نہ صرف پہچانا جا سکتا ہے بلکہ زیادہ تر صورتوں میں جنسی کمزوری کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے۔ انہیں مردانہ یا زنانہ ہارمونز دیے جاسکتے اور نفسیاتی علاج بھی کیا جا سکتا ہے جس سے وہ بالکل تندرست ہوسکتے ہیں۔ پاکستان میں اس نوعیت کا ایک ادارہ جوہر ٹاؤن لاہور میں برتھ ڈیفیکٹس فاؤنڈیشن کے نام سے موجود ہے [1]

---

[1] www.facebook.com

ابن عباس کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إذا قَالَ الرَّجُلُ للرَّجُلِ يَا يَهُودَى، فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ، وَإِذا قَالَ يَا مُخَنَّثُ فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ -))

جب کوئی آدمی دوسرے کو یہودی کہہ کر پکارے تو اسے بیس کوڑے لگاؤ اور جب مخنث کہہ کر پکارے تو اسے بیس کوڑے لگاؤ۔[1]

مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگرچہ ان کی یہ کمزوری فطری ہو یا اختیاری ایک حقیقت تاہم انہیں اس نام سے نہ پکارا جائے مبادا انہیں برا لگے۔ چونکہ دین داری اور تعلق مع اللہ بندے اور رب کا معاملہ ہے اس لیے عین ممکن ہے کہ اپنی اس کمزوری کے باوجود وہ کسی اعتبار سے اللہ کے زیادہ قریب ہو۔ دوسری وجہ یہ کہ ان ناموں سے انہیں پکارنے میں استہزاء اور تحقیر کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور کسی بھی انسان کی تحقیر اور تذلیل پر مبنی کوئی امر جائز نہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر انہیں ان ناموں سے پکارنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا کرنے والے کو تنبیہا کوڑے لگانے کا حکم فرمایا۔

چونکہ قرآن و عہدِ رسالت ﷺ میں مخنثین کی سماجی حیثیت عزت و احتیاط پر مبنی تھی، جہاں ان کی غالب جنسی علامات کی بنیاد پر احکام دیے جاتے تھے، نہ کہ کسی تیسری جنس کے مستقل وجود کے طور پر۔ فقہی لحاظ سے ان کے لیے مرد یا عورت کا حکم اسی وقت متعین ہوتا تھا جب ان کی جسمانی علامات واضح ہوں۔ اسلام مذاق، تحقیر اور برے القاب سے سختی سے منع کرتا ہے، جیسا کہ سورہ حجرات اور احادیث میں بیان کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو "مخنث" یا "مترجلہ" کہہ کر حقارت سے پکارنا گناہ ہے۔ اسلامی معاشرت، عزتِ نفس اور انسانی وقار کو فوقیت دیتی ہے، حتیٰ کہ ان افراد کے لیے بھی جنہیں جسمانی یا نفسیاتی کمزوریاں لاحق ہوں۔ اس تناظر میں مخنثین کو نہ صرف شرعی احترام حاصل ہے بلکہ ان سے حسنِ سلوک کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔

[1] محمد فؤاد عبد الباقی، الموطأ، کتاب الأدب، باب ماجاء في الأدب، دار إحياء التراث العربي، بیروت، ج2، ص 983

خلاصہ بحث

پاکستان میں 2018 کا ٹرانس جینڈر پروٹیکشن ایکٹ مخنث افراد کو شناخت، صحت، تعلیم، روزگار اور وراثت کے مساوی حقوق فراہم کرتا ہے، جبکہ آئین پاکستان بھی ان کی جان، عزت اور مساوات کی ضمانت دیتا ہے۔ تاہم فقہی اختلافات، سماجی رویوں کی مزاحمت اور قانون پر مؤثر عمل درآمد کی کمی ان کے لیے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ سول سوسائٹی، این جی اوز اور کارکنوں نے قانونی وکالت اور شعور بیداری میں اہم کردار ادا کیا ہے، مگر عملی سطح پر مزید اقدامات درکار ہیں۔ یہ قانون یقیناً ایک مثبت قدم ہے لیکن حقیقی تبدیلی اسی وقت ممکن ہے جب اس کا نفاذ مضبوط ہو اور معاشرہ انہیں قبولیت دے کر باعزت مقام فراہم کرے۔

دنیا کی مختلف تہذیبوں میں جینڈر اور جنس کے حوالہ سے معذور یا کمزور لوگوں کے بیسیوں نام موجود ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں جنس یا جینڈر کے حوالہ سے معذور لوگوں کی چار اقسام ہیں۔ پہلی خنثی، دوسری خنثی مشکل، تیسری مخنث اور چوتھی مترجلہ جن کی تفصیل اور عہد نبوی میں ان کی الگ الگ سماجی حیثیت زیر نظر مضمون میں تفصیل سے ذکر کی گئی ہے۔ احادیث اور سیرت کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں جنسی اعتبار سے کمزور یا معذور افراد کو تیسری صنف میں تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ ان کی غالب جنس کے لحاظ سے انہیں مرد یا عورت تسلیم کر کے ان کی سماجی حیثیت کا تعین کیا گیا اور انہیں وہ تمام حقوق حاصل رہے جو اس معاشرے میں مرد یا عورت کو حاصل تھے جیسے دیگر معذور افراد کو تمام تر حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ البتہ آپ ﷺ نے ان مردوں پر جو عورتوں کی شباہت اختیار کرتے ہیں یا وہ عورتیں جو مردوں کی شباہت اختیار کرتی ہیں کے عمل کو فسق اور باعث لعنت قرار دیا ہے۔

نتائج بحث

- تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ اسلامی نصوص میں مخنث کو مرد یا عورت کی غالب خصوصیات کے مطابق حقوق دیے جاتے ہیں، مگر پاکستان کے حالیہ قوانین مثلاً ٹرانس جینڈر ایکٹ 2018 میں ان دونوں کو ایک ہی اصطلاح کے تحت شامل کر دیا گیا ہے۔ انٹرویوز میں بعض شرکاء نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "ہمارے مسائل کو مغربی اصطلاحات کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جس سے ہماری اصل شناخت دب جاتی ہے۔" اس تضاد نے قانونی سطح پر الجھن پیدا کر دی ہے اور اس کے اثرات براہِ راست کمیونٹی پر پڑ رہے ہیں۔
- مخنث افراد کے ساتھ معاشرے میں امتیازی سلوک عام ہے۔ زیادہ تر انٹرویوز میں یہ بات سامنے آئی کہ لوگ انہیں یا تو تفریح کا سامان سمجھتے ہیں یا خیرات کا محتاج۔ ایک مخنث خاتون نے کہا: "ہمارے خاندان والے ہی ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، تو معاشرہ ہمیں کیسے قبول کرے گا؟" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سماجی بدنامی اور طعنہ زنی ان کے سب سے بڑے مسائل میں شامل ہیں۔
- تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ آئینی طور پر مخنث افراد کو تعلیم اور روزگار کا حق حاصل ہے، لیکن عملی طور پر تعلیمی ادارے اور روزگار کے مواقع ان کے لیے محدود ہیں۔ چند شرکاء نے بتایا کہ جب وہ اسکول میں داخلہ لینے گئے تو انہیں مذاق اور طعنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک شرکاء کے مطابق: "ہم تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر استاد اور طلبہ ہمیں برداشت نہیں کرتے۔" یہ نتائج اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قانونی حقوق اور عملی سہولیات کے درمیان واضح خلا موجود ہے۔
- زیادہ تر انٹرویوز میں وراثتی حقوق سے محرومی کا مسئلہ شدت سے سامنے آیا۔ شرکاء نے کہا کہ "والدین جائیداد سے بے دخل کر دیتے ہیں اور معاشرے کے خوف کی وجہ سے بھائی بھی ساتھ نہیں دیتے۔" اسلامی نصوص میں وراثت کا واضح ذکر موجود ہے مگر معاشرتی رویے اس سے انحراف کرتے ہیں، جو قانون اور مذہبی تعلیمات دونوں سے تضاد ظاہر کرتا ہے۔
- انٹرویوز میں زیادہ تر شرکاء نے اس بات پر زور دیا کہ موجودہ ٹرانس جینڈر ایکٹ 2018 ان کے حقیقی مسائل کو حل کرنے کے بجائے مزید الجھا رہا ہے۔ ایک شریک نے کہا: "ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ہماری شناخت کے مطابق حقوق ملیں، نہ کہ ہمیں ایسی شناخت دی جائے جو ہماری حقیقت سے میل نہیں کھاتی۔" اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ قانون کو اسلامی تعلیمات اور مقامی سماجی ڈھانچے کے مطابق نظرِ ثانی کی ضرورت ہے تاکہ اس سے کمیونٹی کو حقیقی فائدہ پہنچ سکے۔

سفارشات

- حکومت کو چاہیے کہ نوزائیدہ بچوں کا لازمی طبی معائنہ کرائے تا کہ اگر بچہ intersex ہو تو فوراً تشخیص اور علاج ممکن بنایا جا سکے۔
- حکومت کو چاہیے کہ مخنثین افراد کے لیے شناختی کارڈ اور دیگر سرکاری دستاویزات میں واضح اور باعزت قانونی شناخت دی جائے۔اور مخنثین افراد کے لیے روزگار، تعلیم اور صحت کے شعبوں میں خصوصی کوٹہ یا فلاحی اسکیمیں متعارف کروائی جائیں۔
- نصاب تعلیم میں انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر سے intersex افراد کی وضاحت شامل کی جائے تا کہ معاشرتی رویے بہتر ہو سکیں۔
- علماء کرام کو چاہیے کہ وہ مساجد اور مذہبی اجتماعات میں intersex اور transgender افراد کے شرعی حقوق (مثلاً وراثت، نکاح، عبادات) کو واضح کریں۔
- میڈیا کو چاہیے کہ مثبت کردار کے ذریعے intersex افراد کی حقیقت اور ان کے مسائل کو اجاگر کرے، نہ کہ ان کا مذاق اڑائے۔
- آئندہ مزید cross-regional research کی جائے تا کہ مختلف علاقوں میں intersex افراد کے حالات کا موازنہ کیا جا سکے۔
- Longitudinal studies (وقت کے ساتھ تبدیلیوں کا مطالعہ) کی جائیں تا کہ یہ سمجھا جا سکے کہ حکومتی پالیسیوں اور سماجی رویوں میں کیسے تبدیلی آتی ہے۔
- یونیورسٹیز میں gender studies کے مشترکہ ریسرچ پروگرامز شروع کیے جائیں تا کہ ایک متوازن علمی بیانیہ سامنے آ سکے۔

ضمیمہ جات:Annexures

ضمیمہ انٹرویوز سوالنامہ

سوال نامہ برائے مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ

عنوان: مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل، اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

تعارف

میرا نام **کائنات** ہے میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز اسلام آباد شعبہ اسلامی فکر و ثقافت میں ایم فل کی طالب علم ہوں۔ میں ایک تحقیقی مقالہ بعنوان " **مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل ،اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ** " پر **ڈاکٹر سیدہ میمونہ خوش بخت** کی زیر نگرانی مقالہ لکھ رہی ہوں۔ ہم مخنثین کی سماجی مسائل اور ان کے حقوق کے بارے میں ایک سروے رپورٹ تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا مقصد پاکستانی معاشرے میں مخنثین کو درپیش سماجی مسائل کا ممکنہ حل پیش کرنا اس سلسلے میں آپ سے تعاون درکار ہے۔ یہ منصوبہ خالصتاً علمی ہے، لہذا اس بات کی ضمانت دی جاتی ہے کہ تحقیق کے شرکاء کی رازداری کا تحفظ کیا جائے گا۔ جمع کردہ تمام ڈیٹا کو صرف تحقیقی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

سوالنامہ برائے

مخنثین کی سماجی حیثیت اور عصری مسائل، اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قانون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

1	مخنثین کے بارے میں پاکستانی معاشرت میں عمومی تصورات اور رویے کیا ہیں؟
2	مخنثین کی سماجی شمولیت اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے معاشرتی سطح پر کون کون سے اقدامات کیے جا رہے ہیں؟
3	مخنثین کو درپیش معاشرتی امتیاز اور استحصال کے مسائل کیا ہیں اور ان کی وجوہات کیا ہو سکتی ہیں؟
4	عصری دور میں مخنثین کو کون کون سے اہم مسائل کا سامنا ہے، مثلاً تعلیم، صحت، اور ملازمت کے مواقع؟
5	اسلامی تعلیمات میں مخنثین کے بارے میں کیا موقف ہے؟
6	قرآن و سنت میں مخنثین کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کی وضاحت کس طرح کی گئی ہے؟
7	پاکستانی عدالتوں میں مخنثین کے حقوق کے حوالے سے کیا فیصلے آئے ہیں اور ان فیصلوں کا سماجی اثر کیا رہا ہے؟
8	ٹرانس جینڈر پروٹیکشن آف رائٹس ایکٹ 2018 کے تحت مخنثین کے حقوق اور تحفظ کے حوالے سے کیا اہمیت ہے؟
9	اسلامی تعلیمات، پاکستانی قانون اور عصری مسائل کے تناظر میں مخنثین کی حالت کی مجموعی تصویر کیسی ہے؟
10	پاکستانی قوانین میں مخنثین کے مسائل کے حل کے لیے کون سی تبدیلیاں ضروری ہیں؟

فہارس

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست اصطلاحات

فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات قرآنیہ

نمبر شمار	آیت	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	ولا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	البقرہ	۱۸۸	105
2	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم	النساء	۱	26
3	إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ	النساء	۱۰	69
4	يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ	النساء	۱۱	104
5	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ	الإسرا	۷۰	108
6	وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ	النور	۴۵	17ـ16
7	وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِ	النور	۳۱	70
8	يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ	الشورى	۴۲	27
9	يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ	الحجرات	۱۱	52
10	لقدخَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ	التين	۴	16

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	کتاب	صفحہ نمبر
2	أَحَدُهُمَا مَنْ خُلِقَ كَذَلِكَ، وَلَمْ يَتَكَلَّفِ التَّخَلُّقَ بِأَخْلَاقِ النِّسَاءِ وَزِيهِنَّ	صحیح مسلم	**34**
3	إن بال من مجرى الذكرِ فَهُوَ غُلامٍ وَإِن بَالَ مِن مجرى الفرج فَهُوَ جَارِيَة	السنن الکبری	60
1	إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا	صحیح بخاری	**17**
4	تَصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعْضِ مَالِهِ، فَقَالَتْ أُمِّي عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ	صحیح بخاری	58
6	طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ	سنن ابن ماجہ	62
9	فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ، وَإِذا قَالَ يَا مُخَنَّثُ فَاصْرِبُوهُ عِشْرِينَ	جامع ترمذی	**115-53**
7	فَاضرِبُوه عِشرِينَ، وَاِذا قَالَ يَامخنث فَاضرِبُوه عِشرِينَ	جامع ترمذی	28
8	فَاِن بَالَ مِن هما جَميعا قُلتُ لاَ ادرى فَقالَ سَعيد يُوَرَّثُ مِن حَيثُ يَسبِق	السنن الکبری	28
5	يَسالَ عَنِ الخُنثَى فَسالَ القَومَ فَلَم	السنن الکبری	28

فہرست مصادر و مراجع

کُتب آحادیث:

1. امام برہان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر الرغیانی رحمہ اللہ (وفات: 593ھ)، الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی، دار القرآن والعلوم الاسلامیہ، گارڈن ایسٹ، کراچی، پاکستان، 1417ھ، جلد4، حصہ 8، صفحہ: 344۔
2. البخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب النکاح، حدیث: 5235۔
3. المسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح المسلم، کتاب السلام، حدیث: 5691۔
4. البخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب النکاح، حدیث: 5235۔
5. البیہقی، احمد بن الحسن، ابو بکر، السنن الکبریٰ، کتاب الوراثت، حدیث: 12520۔
6. البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الوراثت، حدیث: 12521۔
7. الامام برھان الدین آبی الحسن علی بن ابی بکر المرغینان رحمہ اللہ التوفی 593ھ، الحدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، 1417ہ-ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، گاردن ایست کراچی، پاکستان، ج4، جزء8، ص343
8. امام این حسین احمد بن محمد بن احمد البغدادی القدوری رحمہ اللہ التوف 428ھ، مخصر القدوری، 1435ھ/2014ء مکتبہ بشری کراچی، پاکستان، کتاب الحقش، ص: 544-545-
9. الحصکفی، علاؤالدین، الدر المختار علی ھامش رد المختار، (بیروت: دار الاحیاء التراث العربی، سن ندارد)، 5/465۔
10. البیهقي، السنن الکبری، کتاب الوراثت، رقم الحدیث: 12520
11. الموطأ، کتاب الأدب، باب ماجاء في الأدب، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بیروت، جلد2، صفحہ 983، روایت نمبر 1646
12. الزبیدی، ابو بکر بن علی بن محمد الجوھرۃ النیرۃ، المطبعہ الخیریۃ، س1322ھ، ج2، ص230؛ عبد الغنی بن طالب بن حمادہ
13. النووي، شرح صحیح مسلم، کتاب السلام، باب في تحریم تشبہ النساء بالرجال وتشبہ الرجال بالنساء، الجزء14، ص105-106
14. بن ابراھیم، اللباب في شرح الکتاب المکتبہ العلمیہ، بیروت لبنان، ج 4، ص 61
15. ترمذی، محمد بن سورہ، ابو عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب الحدود، حدیث: 1462
16. سرخسي، شمس الائمہ، محمد ابن احمد، المبسوط، دار المعارف، بیروت، پہلا ایڈیشن، 1993, جلد 30، صفحہ 91

اُردوُ کتب:

1. اردو لغت (تاریخی اصول پر، اردو لغت بورڈ، کراچی، ج ا، حرف خ
2. اردو انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ص:۴۵۱
3. الیاس گھمن، مولانا، ٹرانس جینڈر / ہم جنس پرستی اور اسلامی تعلیمات (سرگودھا: خانقاہ حنفیہ مرکز اہل السنہ 2022)
4. انسانی حقوق، کشور سلطانہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد ، ۱۹۹۹ء
5. پروفیسر محمد مشتاق احمد، ٹرانسجینڈر اشخاص کی حقوق کے تحفظ کا قانون: ایک تجزیتی مطالعہ (اسلام آباد: مجلہ تعلیم التحقیق، 2022)،25،4
6. تیسری جنس، سندھ کے خواجہ سراؤں کی معاشرت کا ایک مطالعہ، اختر حسین بلوچ کراچی 2010
7. ٹرانس جینڈر ازم پر ایک نظر، شجاع الدین، محدث، شمارہ 392، جلد 54، ص 7، جنواری 2023
8. ٹرانس جینڈر ازم پر ایک نظر، شجاع الدین، محدث، شمارہ 392، جلد 54، ص 1، جنواری 2023
9. ٹرانس جینڈر قانون اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت، ڈاکٹر محمد امین، مکتبہ البرہان لاہور 2002
10. ٹرانس جینڈر قانون اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت، (ڈاکٹر محمد امین، 2022 ناشر مکتبہ البرہان لاہور)
11. ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء کے پاکستانی معاشرے پر منفی اثرات، سید عارف شیرازی، چیئرمین خلال القرآن فاؤنڈیشن، سن اشاعت نومبر 2022
12. جویریہ سعید، ٹرانس ہیں کون، ص 55
13. جامع الفات، خواجہ عبد الحمید ج ۲، حرف خ
14. دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم حافظ ذو الفقار علی ناشر: ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور بدھ 05 مئی 2010ء
15. دار العلوم، شمارہ: 7، جلد: 103، ذی القعدہ 1440ھ- مطابق جولائی 2019ء
16. درمیانے، سیف الرحمان رانا، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۲ء
17. ڈاکٹر مشتاق رحمان صدیقی، تعلیم و تدریس، پاکستان ایجوکیشن فاونڈیشن اسلام آباد، ۱۹۹۸، ص:۱۹
18. ڈاکٹر وسیم عالم کی کتاب "خواجہ سرا: ایک سماجی مطالعہ" (شائع کردہ: جامعہ کراچی، 2015)
19. ڈاکٹر مشتاق الرحمان صدیقی، شمس الاسلام، اسلامی حکمت تعلیم، بھیرہ، اپریل ۱۹۸۰، ص:۲۰
20. سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، ص:۶۱۲

21. سید عارف شیرازی، خواجہ سرا این ایکٹ 2018 کے پاکستانی معاشرے پر منفی اثرات، ناشر ظلال القران فاؤنڈیشن، لاہور
22. شجاع الدین "ٹرانس جینڈرازم پر ایک نظر" (لاہور: مجلہ محدث، 2023)، 54:38
23. شجاع الدین "ٹرانس جینڈرازم پر ایک نظر" (لاہور: مجلہ محدث، 2023)، ص14
24. عبد الرحمان خان، اسلام کا نظام تعلیم، عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ، ملتان، ۱۹۸۳، ص:۲۱
25. عبد الرؤف، ڈاکٹر، عصر رواں سیرۃ النبی کی روشنی میں / لاہور مکتبہ قدوسیہ 170 / 2012
26. فرہنگ آصفیہ، مولوی میر احمد دہلوی، حرف خ
27. کوہاٹی، محمد طفیل، مملکت خداداد میں سدومیت کی راہ ہموار کرنے کی تدبیریں، (پشاور: سہ ماہی مجلہ البیان، جلد، 2، شمارہ 2)، 1444ھ)، 9
28. مطالعہ شہریت، امتیاز احمد خان، سلمان پبلشرز، اردو بازار، لاہور ، ۲۰۰۱ء
29. مفتی، عثمانی، محمد تقی، اسلام اور سیاست حاضرہ، مکتبہ العلوم کراچی ، ص 8
30. مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور، ۱۹۶۴، ص، ۳۶۲
31. مطالعہ شہریت، امتیاز احمد خان، سلمان پبلشرز، اردو بازار، لاہور ، ۲۰۰۱ء
32. ندوی، رضی الاسلام، ہم جنسیت - فطرت سے بغاوت، تحقیقات اسلامی علی گڑھ انڈیا- جنوری-مارچ2014 6-10

English sources

1. Abbas, Q., & Pir, G. (2016). History of the Invisible: A People's History of the Transgendered Community of Lahore. THAAP Journal, 162-175
2. Herald Beta, Unequal Citizen, Sumaira Jajja, Dec 15, 2011
3. Jack ken worthy, 30 Fabulous USA Gay Resorts To Try on your Next Gay cation (Gay Accommodation, USA) https : // queer the world com/USA-gay-resorts/ Accessed June 11.2013
4. Joshua G & Others, An Exploration of LGBTQ+, Utah State University, Sag Publishers, 2020, p.03.
5. Marco Polo ،The Travels of Marco Polo; translated by Henry Yule or Ronald Latham (1298)
6. Serena Nanda, Neither Man nor Woman; The Hijras of India, (Toronto, Canada: Wadsworth Publishing Company,1999), 14-18.

7. Samuel Neil Rees. The lesbian, Gay, Bisexual and transgender Community's mental health care need An integrative literature review, Masters of Health science of Nursing clinical, University of Otago 2018 P4
8. The gazette of Pakistan, Extra May,24,2018, p 277
9. The gazette of Pakistan, Extra, May,24,2018, p 279

Web Sites

1. https://www.goodrx.com/health-topic/lgbtq/meaning-of-lgbtqia.
2. http://web4health
3. http://www.urbandictionary.com/define.php?term=ladyboy
4. http://www.thefredictionary.com/eunuch
5. http://www.en.wikipedia.org/wiki/eunuch
6. http://www.urbandictionary.com/define.php?term=shemale
7. http://en.wikipedia.org/wiki/shemale
8. http://www.en.wikipedia.org/wiki/hermaphrodite
9. (https://www.unicef.org
10. https://www.unicef.org
11. https://www.samaa.tv/news
12. https://www.urduvoa.com/a/pakistan-senate-new-bill-for-transgender/4247776.html?utm_source=chatgpt.com
13. https://urdu.nayadaur.tv/29-Aug-2020/8422
14. https://cbc.ca/stormbo/news/
15. https://www.dawn.com/news/